دُربارِ رسالتؐ

شاعرِ اہلبیتؑ

(علاّمہ نجم آفندی کی نعتوں کا مجموعہ)

تحقیق وتدوین

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

کتاب	:	دربارِ رسالتؐ
تحقیق و تدوین اور تنقید	:	ڈاکٹر سیّد تقی عابدی
سنہ اشاعت	:	2006ء
تعداد	:	1000
کمپوزنگ	:	افراح کمپیوٹر سنٹر نئی دہلی۔25
ایڈیشن	:	اوّل
باہتمام	:	ڈاکٹر شاہد حسین، نئی دہلی

یہ کتاب

مرتب محقق و ناقد ڈاکٹر سیّد تقی عابدی (کینیڈا) اور

ناشر ڈاکٹر شاہد حسین، شاہد پبلی کیشنز، 2253 دریا گنج، نئی دہلی (انڈیا)

کی اجازت سے شائع کی گئی

رَو میں ہے رخشِ عمر

نام	:	سید تقی حسن عابدی
ادبی نام	:	تقی عابدی
تخلص	:	تقی
والد کا نام	:	سید سبط نبی عابدی منصف (مرحوم)
والدہ کا نام	:	سنجیدہ بیگم (مرحومہ)
تاریخ پیدائش	:	یکم مارچ 1952ء
مقام پیدائش	:	دہلی (انڈیا)
تعلیم	:	ایم بی بی ایس (حیدرآباد، انڈیا) ایم ایس (برطانیہ) ایف سی اے پی (یونائیٹڈ اسٹیٹ آف امریکہ) ایف آر سی پی (کنیڈا)
پیشہ	:	طبابت
ذوق	:	شاعری اور ادبی تحقیق
شوق	:	مطالعہ اور تصنیف
قیام	:	ہندوستان، ایران، برطانیہ، نیویارک اور کنیڈا
شریک حیات	:	گیتی
اولاد	:	دو بیٹیاں (معصوما اور رویا) دو بیٹے (رضا اور مرتضیٰ)
تصانیف	:	شہید (1982ء) جوشِ مودّت۔ گلشن رویا۔ اقبالؔ کے عرفانی زادیے، انشاء اللہ خاں انشاؔء۔ رموز شاعری۔ اظہار حق۔ مجتہد نظم مرزا دبیرؔ۔ طالع مہر۔ سلکِ سلام دبیرؔ۔ تجزیہ یادگار انیسؔ۔ ابواب المصائب۔ ذکر دُر باران۔ عروسِ سخن۔ مصحفِ فارسی دبیرؔ۔ مثنویاتِ دبیرؔ۔ کائنات نجم۔
زیر تالیف	:	تجزیہ شکوہ جواب شکوہ۔ رباعیات دبیرؔ۔ فانی شناسیؔ۔ مصحفِ تاریخ گوئی۔ روپؔ کنوار کماری۔ تعشق لکھنوی۔

ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

کس کس سے سوال کروں؟

علامہ تجمّم آفندی نے کہا تھا:

میں خود ہوں مطمئن اے تجمّم ادب کی خدمت سے
جگہ نہ دے کہیں تاریخِ روزگار مجھے

① اردو کے مشاہیر شعرائے غزل نے تجمّم کی قدردانی کیوں نہ کی؟
(195) عمدہ اور اعلیٰ ترین غزلوں کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟
کیا 1955ء کا آل انڈیا مشاعرہ یاد نہیں جس میں تجمّم نے مشاعرہ لوٹ لیا تھا؟0

② اردو کے ترقی پسند تحریک کے نمائندوں نے کیوں تجمّم کو نظر انداز کیا؟ اردو ادب میں کسان، مزدور، مزدوری اور سرمایہ داروں کے خلاف نظموں میں پہلی آواز علامہ اقبالؔ اور جوشؔ سے قبل تجمّم کے سِوا کس نے بلند کی؟ اگر بقول سلیمانؔ ندوی، حسرتؔ موہانی اسلامی اور سوشلسٹ رجحان رکھ کر بیسویں صدی کے ابوذر غفاری ہوسکتے ہیں اور تحریک کے بھی پسندیدہ شاعر رہ سکتے ہیں تو تجمّم کی مسلمانی کیوں برداشت نہ ہوئی؟

③ نعت کے پرستاروں نے صدہا نعتیہ آبدار اشعار اور سولہ سے زیادہ نعتوں کو کیوں طاقِ نسیاں کے سپرد کیا؟

کیا تجمؔ کے اس شعر میں کسی کو شک ہو سکتا ہے؟

اے تجمؔ میں ہوں شاعرِ دربارِ رسالتؐ
کیا شک ہے کسی کو مری تصویر کشی میں

④ کیوں افسانہ نویسوں نے عمدہ افسانہ ''چور ماموں'' نہیں پڑھا؟ کیوں ناول نگاروں نے تخلیقی شاہکار ناول ''بندۂ خدا'' کو فراموش کیا؟

شریک حال نہ ہوتی جو تجمؔ خودداری
ہمارے غم کا فسانہ غمِ جہاں ہوتا

⑤ اردو میں کتنے شاعر ہیں جنھوں نے تجمؔ کی طرح چھ سو سے زیادہ عمدہ رباعیاں لکھیں؟ کیوں اردو رباعیات لکھنؤ کے پی ایچ ڈی (Ph.d) کے مقالے میں تجمؔ کا نام تک نہیں؟ جبکہ پانچ اور دس رباعی کہنے والے افراد کا ذکر آب وتاب کے ساتھ ہے۔ کیا اس قسم کے مقالوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

⑥ شاعرِ اہلِ بیتؑ کا خطاب دے کر محبانِ اہلِ بیتؑ کیوں تجمؔ سے غافل ہو گئے؟ مولویوں، خطیبوں نے منبر سے کیوں ان کا پیغام نہیں پہنچایا؟ سلاموں، نوحوں، مرثیوں کو لے کر دوسرے انتقادی کلام کو کیوں تلف کر دیا؟ کراچی میں اتنے بڑے شاعر کے جنازے میں کیوں صرف بیس (20) پچیس (25) افراد شریک ہوئے؟

⑦ کیوں تجمؔ کے کلام کو محبانِ اہلِ بیتؑ، گروہانِ نوحہ خوان، پرستارانِ تجمؔ، شاگردانِ رشید، عزیز و اقربا نے انتقال کے تیس (30) برسوں میں بھی شائع نہیں کیا؟ اگرچہ تجمؔ نے کہا تھا:

ہم تجمؔ چار روز کے مہمان ہیں مگر
رہ جائیں گے یہ شعر و ادب کے تبرکات

⑧ اردو ادیبوں اور تنقید نگاروں نے اس بیسویں صدی کے عظیم شاعر سے کیوں غفلت برتی؟ تجمؔ کے (12799) اشعار، (195) غزلیں، (591) رباعیات، (498) قطعات، (16) نعتیں، (81) قصائد، (107) سلام، (144) نوحے، (83) متفرقات کے علاوہ (3) مرثیے، (18) ہندی کلام کے آثار اور کئی نثری کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ موجود ہیں:

آج اردوے معلّی کی اشاعت کے لئے
یہ غنیمت ہے کہ تجمؔ نکتہ داں باقی رہا

میں نے حقیقت کو پیش کیا ہے:

تجمؔ بہتر ہے تصنّع کی دلآویزی سے
تلخ لہجہ میں حقیقت کا بیاں ہوجانا

⑨ کانگریس، مسلم لیگ اور دوسرے قومی سیاسی عہدے داروں نے ایسے وطن دوست شاعر کو وطن کی محبت میں کیا دیا؟ جبکہ

ع : منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

کائناتِ تجمؔ ان تمام سوالوں کا جواب رکھتی ہے۔ صرف گردشِ اوراق شرط ہے۔ شاید یہ میری تجمی عقیدت اور اُردو محبت ہو۔ یہ ایک خوشگوار حادثہ تھا جس کے فیض سے میں کائناتِ تجمؔ کو دریافت کرسکا:

یہ بھی اک حادثہ اُردو کی محبت کا ہے تجمؔ
کنجِ عزلت سے جو باہر نکل آیا ہوں میں

خیر اندیش

سیّد تقی عابدی

ڈاکٹر سید تقی عابدی

نجم آفندی کا زندگی نامہ

نام　　مرزا تجمل حسین

تخلص　　نجم۔ نجمی

شہرت　　نجم آفندی

گھریلو نام　　نادر مرزا

تاریخ ولادت: رمضان 1330 ہجری مطابق 1893ء

مقام ولادت: اکبر آباد (آگرہ) کٹرہ حاجی حسن جو پیپل منڈی کے پیچھے واقع ہے۔

والد　　مرزا عاشق حسین بزم آفندی۔ معروف شاعر اپنے سگے ماموں سید اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی متوفی 1880ء کے شاگرد رہے۔ ان کی پیدائش 1860ء میں کٹرہ حاجی حسن آگرہ میں ہوئی۔ شادی آغا حسین صاحب صاحب دیوان شاعر کی بیٹی سے ہوئی۔ دوسری شادی ایک انگریز خاتون سے ہوئی۔ آپ بزم تخلص کرتے تھے۔ معروف غزل گو اور مرثیہ گو شاعر تھے۔ بزم آفندی کا انتقال 23 مارچ 1953ء کو ہوا۔

دادا　　مرزا عباس ملیح جو مرزا نجف علی بلیغ کے فرزند تھے جو مرزا فصیح مشہور مرثیہ گو شاعر کے حقیقی بھائی تھے۔ اسی لیے تو نجم آفندی نے مرزا فصیح کی میراث پر فخر کرتے ہوئے فرمایا:

نجم میں ہوں خاک پائے مسند آرائے فصیح

مدح کی دولت ملی ہے ورثۂ اجداد سے

پردادا: مرزا ہادی علی فیض آبادی۔ مرزا ہادی علی کے تین فرزند تھے۔ (1) مرزا جعفر علی فصیح (2) مرزا نجف علی بلیغ (3) مرزا فصیح۔ ڈاکٹر صفدر حسین مرحوم لکھتے ہیں۔ "نجم آفندی کے پردادا ہادی علی فیض آبادی حضرت عقیل ابن ابی طالب علیہ السلام کی نسل سے تھے لیکن جب ان کے بزرگ بلاد ایران میں رہنے لگے تو وہاں "مرزا" مشہور ہو گئے تھے۔ ہندوستان میں آمد کے بعد ان کے بزرگ شاہجہاں آباد (دہلی) میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

معزالدین قادری اسرار و افکار میں لکھتے ہیں۔ نجم آفندی کے پردادا مرزا ہادی علی فیض آباد کے محلّہ "مغل پورہ" میں رہتے تھے چنانچہ نجم آفندی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مرے بزرگوں کا اصلی وطن ہے فیض آباد
مجھے بھی شوق تھا دیکھوں میں یہ در و دیوار

اجداد: نجم آفندی کے اجداد ترک نسل سے تعلق رکھتے تھے جو ہجرت کر کے ہندوستان میں آباد ہوئے۔

بھائی بہن: دو بھائی (1) مرزا اعجاز حسین مرحوم اکیس برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ یہ عمر میں نجم سے بڑے تھے۔

(2) مرزا سلیمان کوکب آفندی، چھوٹے بھائی جن کی صاحبزادی مشہور مرثیہ نگار شاعر باقر زیدی کی شریک حیات ہیں۔ ایک بہن شہزادی فرطیس بانو اختر جہاں کج کلاہ پروین پیدائش 1901 جو بزم آفندی کی دوسری انگریز بیوی کے بطن سے تھیں۔ پروین کج کلاہ عمدہ شاعرہ تھیں۔

شریکِ حیات 1958ء میں گلے کی کینسر سے انتقال کر گئیں۔ کانپور کے ایک معزز گھرانے کی صاحبزادی تھیں۔

اولاد: (1) پانچ لڑکے۔ جن میں چار لڑکے عباس، کامران، تاجدار اور تسلیم بچپن میں مر گئے اور اکلوتے بیٹے ہمایوں مرزا المتخلص سہیل آفندی حیات ہیں اور حیدر آباد

دکن میں مقیم ہیں۔

(2) سات لڑکیاں۔ ایک بیٹی کا کمسنی میں انتقال ہوگیا۔ دوسری لڑکی ناکتخدا تھی۔ دو بیٹیاں شادی کے بعد پاکستان چلی گئیں اور دو بیٹیاں ہندوستان میں مقیم رہیں۔

تعلیم و تربیت: 1- تجمّل آفندی کی اردو اور فارسی تعلیم گھر پر ہوئی۔

2- قرآن مجید اپنے چچا مرزا ہادی علی سے پڑھا

3- مفید عام اسکول آگرہ سے انگریزی میں مڈل پاس کیا۔ اس اسکول میں اردو فارسی مولوی سلامت اللہ سے اور انگریزی اسکول کے ہیڈ ماسٹر راج کمار سے پڑھی۔

4- اسرار و افکار کے دیباچہ میں معز الدین قادری لکھتے ہیں۔ ''تجمّل آفندی کو اردو فارسی اور انگریزی کے علاوہ ہندی زبان میں بھی درک ہے۔ ان کی ہندی زبان میں بھی تصنیفات ملتی ہیں۔''

5- ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی دبستان دبیرؔ میں لکھتے ہیں۔ تجمّل آفندی اردو، فارسی اور عربی اچھی جانتے ہیں اور انگریزی میں بھی اچھا درک رکھتے ہیں۔

6- ڈاکٹر سید نواز حسن زیدی نے تجمّل آفندی فکر و فن میں لکھا۔ ''اردو فارسی کی حد تک تو یہ بات درست ہے لیکن محض قرآن مجید ناظرہ پڑھنے کو عربی تعلیم کا حصول سمجھ کر مالک رام اور ڈاکٹر ذاکر حسین کو مغالطہ ہوا ہے۔ خود تجمّل آفندی نے اپنے خط میں عربی نہ پڑھ سکنے کے بارے میں لکھا ہے۔

7- اردو فارسی اور انگریزی کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا۔ انھیں گھر پر عام طور سے انگریزی ناول کو بھی مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا گیا۔

8- تجمّل آفندی شمشاد حسین کے نام خط میں لکھتے ہیں ''میری تعلیم اس زمانے کے مڈل تک ہوگی مگر کم از کم انگریزی کی دو ہزار کتابیں ہر قسم کی میری نظر سے گزری ہیں۔

شکل و صورت: شکل و صورت تصویر سے ظاہر ہے جو اس کتاب میں شامل ہے۔ تجمّل آفندی کا قد تقریباً پانچ فٹ تھا۔ بدن چھریرہ، رنگت سرخ و سپید تھی۔ چہرہ گول خوبصورت ناک اور باریک ہونٹ کے ساتھ بڑے کان اور سر بھی نسبتاً بڑا تھا۔ آخری عمر میں بال

بہت کم رہ گئے تھے۔ خشخشی داڑھی جو مونچھوں سے متصل تھی۔ آواز رعب دار اور چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔

وضع اور لباس: نجم آفندی نستعلیق شخصیت تھے۔ وہ مشرقی روایات کے پاسدار اور اسلامی تہذیب کے نمونہ تھے۔ جوش ملیح آبادی نے ساقی جوش نمبر میں لکھا۔ ''حضرت نجم آفندی جو اس قدر دین دار و پابند وضع بزرگ ہیں کہ قہقہہ مارنے کو بھی خلافِ شرع سمجھتے ہیں۔''

نجم آفندی کے لباس میں سادگی تھی۔ وہ عام طور پر سفید شیروانی، سفید پائجامہ، مخمل کی کالی ٹوپی پہنتے تھے۔ کبھی کبھار کالی شیروانی پر شال اوڑھ لیتے تھے۔ پاؤں میں معمولی سلیپر یا جوتا ہوتا۔ ہاتھ میں ہمیشہ چھڑی رکھتے تھے۔ عینک صرف حسبِ ضرورت لگاتے۔

غذا و خوراک: نجم آفندی کم خوراک تھے۔ دیسی گھی اور گڑ سے شدید رغبت تھی۔ ان کی گھی اور گڑ کی چاہت کی کئی داستانیں لوگوں نے بیان کی ہیں۔

سیرت و کردار: ہم نجم آفندی کی سیرت اور عالی کردار کے ساتھ عجز و انکساری کا مختصر خاکہ معز الدین قادری اور ذاکر حسین فاروقی کی تحریروں سے پیش کرتے ہیں۔ اَسرار و افکار کے دیباچہ میں معز الدین قادری نے لکھا ہے۔ ''خاندانی روایات مذہبی تعلیم و تربیت اسلام کی عظیم شخصیتوں کے نقوش قدم کو اپنا راستہ بنانے کی سعی و تمنّا نے ان کو کافی متوازن، معتدل مزاج اور بنی نوع انسان کا ہمدرد بنا دیا ہے۔ ان کی آنکھوں میں بصیرت کی چمک ہے اور سنجیدگی کے نہ جانے کتنے راز ہیں۔ انھیں بنی نوع انسان سے محبت ہے۔ شخصی اور مذہبی عقائد پر خود سختی کے ساتھ کاربند ہیں لیکن سیرت و کردار میں کہیں بھی ''ملّا پن'' یا پندار زہد'' کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا سوانگ موجود نہیں۔ بُردبار، حلیم، خوش خلق اور مصیبتوں میں مسکرانے والی شخصیت ان کے سارے کلام سے جھلکتی ہے اور انھیں یہ کہنے کا حق ہے

میری تلاش راہ پہ ہنستے ہیں آج قافلے
شمع بنائی جائے گی کل میری گردِ راہ کی

بقول جوش ملیح آبادی۔ جہاں تک طبائع کا تعلق ہے، باپ بیٹے میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ ایک رنگین مزاج شاعر تھے اور اِن کو رنگینی کبھی چھو کر نہیں گئی تھی۔ وہ سراپا رند تھے اور یہ سرتا بہ قدم متقی اور خشک قسم کے متقی تھے۔

دبستانِ دبیر میں ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بیان کرتے ہیں: ''مروّت وضع داری، ایفائے وعدہ، حُسنِ معاشرت اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ یکساں برتاؤ آپ کے کردار کی وہ خوبیاں ہیں جو ہر شخص کے دل میں جگہ پیدا کر لیتی ہیں۔ تجمّم صاحب نے اپنی زندگی کے جو اصول بنائے تھے وہ تا حیات ان پر کاربند رہے اور اخلاقی و روحانی اعتبار سے انھوں نے ایک کامیاب زندگی گزاری اور ان کی کامیاب زندگی ''قابلِ رشک موت'' کی ضامن بن گئی۔ بقول خود:

کچھ شعر جو منقبت میں کہہ لاتا ہے
اس خواب سے اپنے دل کو بہلاتا ہے
موزوں ترے کردار پہ بھی ہے یہ خطاب
تو شاعرِ اہل بیت کہلاتا ہے

شغل و ملازمت:

1- ریلوے محکمہ میں کلرک کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ اس وقت تجمّم کی عمر بیس سال تھی۔
2- پھر دہلی میں ملازمت کی۔
3- کالکا اسٹیشن اور غازی پور اسٹیشن پر کچھ عرصہ ملازم ہوئے۔
4- تحریک ترکِ موالات سے متاثر ہو کر ریلوے کی ملازمت ترک کر دی اور تلاش معاش میں ردولی پہنچے اور کچھ عرصہ کاشتکاری کی۔
5- جونیئر پرنس معظم جاہ شجیع کے دربار سے منسلک ہوئے۔ ان کے سپرد پرنس کے کلام کی اصلاح تھی۔ تنخواہ بھی اس کام کی پاتے تھے۔ تجمّم کی ماہانہ تنخواہ دو سو روپے ماہوار تھی۔
6- دربار سے علاحدہ ہو کر مالی پریشانیوں میں بسر کی اور اپنی خودداری کو نبھانے اور پیٹ

کی آگ بجھانے کے لیے چھتہ بازار حیدر آباد میں جوتوں کی دکان تک کھولی۔
تف بر تو اے چرخِ پیر کہ شاعرِ اہل بیتؑ کو اتنی بڑی قوم تنگ دستی میں سہارا نہ دے سکی جبکہ تمام قوم اور تاجر ان کے کلام سے روحانی اور اقتصادی فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اسی لیے تو اپنے خطوط میں اس طرح گلہ کیا ''آج ہندوستان میں تبت سے راس کماری تک میرے نوحے پڑھے جا رہے ہیں لیکن مالی فائدہ دوسرے اٹھا رہے ہیں'' 'کاروانِ ماتم' لاہور والوں نے میری اجازت و اطلاع کے بغیر شائع کر لی ہے۔ لکھا تو جواب تک نہیں دیتے۔ یہ قدر دانی ہو رہی ہے۔ ہم تکلیف اٹھا رہے ہیں اور یہ نفع کما رہے ہیں۔''

شاعری کا آغاز: ۱۲ سال کی عمر میں شاعری کا آغاز کیا۔ ابتدا غزل گوئی سے کی۔ شاہ نیاز وارثی کی غزل پر مصرعے لگائے

زہے عزّ و جلالی بو ترابی فخرِ انسانی
علیٔ مرتضیٰ مشکل کشائی شیرِ یزدانی

پہلا مشاعرہ: جس مشاعرے سے نجمؔ کی شاعری کا تعارف ہوا وہ خود ان کے گھر کے سامنے منعقد کیا گیا تھا جس میں اکابر شعرا نے شرکت کی تھی۔ نجمؔ کی غزل کا مطلع تھا:

چاندنی میں تم ذرا گھر سے نکل کر دیکھتے
قبرِ عاشق اور ایک میلی سی چادر دیکھتے

شاگردی: شاعری کے آغاز میں اپنے والد بزمؔ آفندی کی شاگردی کی لیکن بہت جلد ہی اصلاح سے بے نیاز ہو گئے۔

صحبت اساتذہ: نجمؔ آفندی کو گھریلو ماحول کے علاوہ اپنے دہلی کے قیام کے دوران نواب سائلؔ دہلوی، بےخودؔ دہلوی، پنڈت امرناتھ ساحرؔ، منشی امیر اللہ تسلیم، شوکت علی میرٹھی، عبدالرؤف عشرتؔ، ناصر علی خاں مچھلی شہری اور وقارؔ کانپوری جیسے شعرا شامل تھے۔ انھیں اساتذہ نے نجمؔ کی شعری صلاحیتوں سے متاثر ہو کر کہیں اس نوجوان شاعر کو صدر مشاعرہ بنایا تو کہیں راجہ پنڈراول نے ان کی شاہکار نظم کو (1800) سو روپیوں

میں خرید کر یہ رقم یتیم خانہ کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔ کبھی محفل مقاصدہ میں صفی لکھنوی کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ "نجم صاحب ہم نے بائیس(22) سال اس محفل میں چراغ جلایا ہے اب آپ کی باری ہے۔"

خطاب: ناصر الملّت نے نجم آفندی کو "شاعر اہلبیت" کا خطاب دیا جو نجم آفندی کے مسلسل سلام اور قصیدہ نگاری کا اثر تھا۔

یہاں یہ بات بھی خارج از محل نہیں کہ نجم آفندی کے دادا کے بھائی مرزا فصیح کو خلافت عثمانیہ کی جانب سے آفندی خطاب کعبۃ اللہ اور حاجیوں کی خدمت کرنے پر دیا گیا تھا جو نسلاً بعد نسل استعمال ہو سکتا تھا۔

ہم عصر شعراء: حالیؔ، اکبرؔ الہ آبادی، اقبالؔ، سائلؔ دہلوی، منشی امیر اللہ تسلیمؔ، نسیمؔ، حسرتؔ موہانی، صفیؔ لکھنوی، مرزا اوجؔ، دولھا صاحب عروجؔ، مرزا ثاقبؔ، آرزوؔ لکھنوی وغیرہ بزرگ عمر ہم عصر شعرا تھے جب کہ ان کے ہم عمر شعرا میں فانیؔ، جوشؔ، صدقؔ جائسی، یگانہؔ، سیمابؔ، مہذبؔ لکھنوی، نسیمؔ امروہوی، رئیسؔ امروہوی، سید آل رضا وغیرہ شامل تھے۔

تلامذہ: نجم آفندی کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خود انھوں نے جو فہرست جلیس ترمذی کو روانہ کی تھی اس میں (69) نام تھے۔ وہ بعد میں بڑھ کر (72) ہوگئی، اور کچھ اس طرح ہے جسے ڈاکٹر سید نواز حسن زیدی نے نجم آفندی فکر وفن میں نقل کیا ہے۔ رعناؔ اکبر آبادی، جعفرؔ مہدی، رزمؔ رودلوی، صفدرؔ حسین کاظمی، عبدالسعید رشکؔ، عابدؔ مرحوم، وزارتؔ علی، علی انجمؔ اکبر آبادی، مرزا عبدالکریم مضطرؔ، کوکبؔ اکبر آبادی، جلیسؔ ترمذی، انتظام الحسنینؔ، خاورؔ نوری، سعیدؔ شہیدی، مرزا عادلؔ، ساجدؔ رضوی، شاہدؔ حیدری، عازمؔ رضوی، قائمؔ جعفری، عباسؔ عابدی، خورشیدؔ جنیدی، باقرؔ منظور، طاہرؔ عابدی، خواجہ ضمیرؔ، کاوشؔ حیدری، منجوؔ قمر، راحتؔ عزمی، تصورؔ کرت پوری، عباس زاہدؔ، شہید یار جنگ، ہشیارؔ جنگ، ڈاکٹر اخترؔ احمد، تبسمؔ نظامی، طالبؔ رزاقی، حرماںؔ خیر آبادی، عاصمؔ جمیل، ساحرؔ نجمی، سعیدؔ السائمہ، زیباؔ رودلوی، پرنس معظم جاہ شجیعؔ، ہاشمؔ جاں بہادر، اخترؔ زیدی، حسنؔ مدنی، اثرؔ غوری، کاظمؔ رشک، شاغلؔ حیدر آبادی، صمیمؔ

حیدر، محبؔ جاورہ، صادقؔ نقوی، سوزؔ رضا ترمیم، تقیؔ عسکری، اقبالؔ عابدی، سید جعفر حسنین، زاہدؔ رضوی، ظہیرؔ جعفری، آغا ہاجر، باذلؔ عباس ضیغم، سائرؔ، ثاقبؔ، سعادت نظر، عبدالحی خاں، شارقؔ، بانوؔ سید پوری، نظیرؔ سیہوری، عقیلؔ نجمی، سہیلؔ آفندی، روپ کماری، بیدارؔ نجفی اور وفا ملک پوری وغیرہ۔

ڈاکٹر نواز حسن زیدی لکھتے ہیں کہ تلامذہ کی اصلاح کے وقت تجمؔ آفندی کے ہاں وہی جذبہ کارفرما ہے جسے عشقِ اہل بیت کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ تلامذہ کے کلام کی اصلاح کے لیے باقاعدہ اصول وضع کر رکھے تھے۔ شاگردوں کے خطوط کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''مجھے امید نہیں کہ جلد تمھارا کلام دیکھ کر بھیج سکوں گا۔ از روئے انصاف سلسلہ وار دیکھتا ہوں'' آج کل چار طرف سے پاکستان اور ہندوستان سے اصلاح کا کلام آرہا ہے۔ سر اٹھانے کی مہلت نہیں۔ دماغ بھی کام دیتا ہے تو ہاتھ کانپتا ہے کس کس کو منع کروں اور کیسے ممکن ہے مدحِ اہل بیت کا مسئلہ ہے۔

مدت مشق سخن: تقریباً ستر (70) سال

مسافرت برائے شاعری: دہلی، کانپور، لکھنؤ، حیدرآباد، کراچی، کلکتہ، بنارس، لاہور ہی نہیں بلکہ دور دراز کے چھوٹے مقامات پر بھی تبلیغ پیامِ اہل بیت میں مشغول رہے۔ چنانچہ فیض آباد، بریلی، بارہ بنکی، سیتاپور، بھرت پور، اجین، مدراس اور بلرام وغیرہ کے لوگ بھی موصوف کے کلام کے دلدادہ رہے۔

زیارت عتبات عالیہ: 1950ء اگست میں زیارتوں کے لئے عراق گئے اور مختلف مقامات مقدسہ پر حاضری دی اور اپنے تاثرات کو منظوم لکھ کر ''تاثرات زیارت'' کے عنوان سے شائع کیا۔

تصنیفات: راقم کو کائنات تجمؔ آفندی مرتب کرتے ہوئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تجمؔ آفندی کی تصانیف تقریباً عنقا ہیں۔ تجمؔ آفندی کی چالیس (40) سے زیادہ تصانیف شائع ہوئیں۔ سب سے پہلی تصنیف ان کے کلام کا مجموعہ 1917 میں اور آخری تصنیف

''لہو قطرہ قطرہ'' ان کے انتقال کے چار سال بعد 1979ء میں شائع ہوا۔ علامہ ضمیر اختر نقوی نے لکھا ہے کہ تجمّم آفندی نے حیات میں چند تصانیف مرتب کی تھیں مثلاً ''گلدستہ نعت'' ''مذہبی رباعیات'' ''قومی اور مذہبی نظموں کا مجموعہ'' ''خود نوشت سوانح حیات'' جو نامکمل رہ گئی تھی جو کبھی شائع نہ ہوئیں۔ نیز تجمّم کے مضامین کا کوئی مجموعہ بھی ترتیب نہیں دیا گیا۔

تجمّم مرحوم کی تصانیف کی فہرست جو ضمیر اختر نقوی نے مرتب کی ہے یہاں پیش کی جارہی ہے۔ باضافہ چند تصانیف جو بعد میں شائع کی گئی ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
.1	پھولوں کا ہار	1917ء	آفندی بک ڈپو، آگرہ	پہلا مجموعہ کلام۔ادبی، اخلاقی قومی نظموں کا مجموعہ وہ نظمیں جو شیعہ کانفرنس میں پڑھی گئی تھیں۔
.2	قصائد تجمّم	1943ء	آفندی بک ڈپو، آگرہ	رباعیات (32) قصائد اور نظمیں (25)
.3	تہذیب مودّت	1943ء	تاج پریس، یوسف آباد، حیدر آباد	رباعیات (140)
.4	اشاراتِ غم حصہ اول	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (32) نوحے
.5	اشاراتِ غم حصہ دوم	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (33) نوحے
.6	اشاراتِ غم حصہ سوم	1938ء	احباب پبلشرز، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض (21) نوحے
.7	کربل کی آہ	———	کتب خانہ اثنا عشری، لکھنؤ	جدید نوحہ جات (9) نوحے
.8	آیاتِ ماتم	1361ھ	نظامی پریس، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض
.9	تصوراتِ غم	1943ء	مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	نوحوں کی بیاض

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
.10	کربل نگری	1361ھ	مکتبہ ناصری گولہ گنج لکھنؤ	سیزدہ صد سالہ یادگارِ حسینی پر لکھی گئی نظم (اردو۔ ہندی)
.11	اسلام پوتھی	1380ھ	امامیہ مشن لکھنؤ	طویل مثنوی، آغاز اسلام سے ہجرت حبشہ تک (اردو۔ ہندی)
.12	فتح مبین	1943ء	نظامی پریس لکھنؤ	ایک مرثیہ۔ 5 سلام، 9 رباعیات
.13	بیاضِ انجم	1950ء	مکتبہ سلطانی، بمبئی	نوحہ جات، (حصہ اول، 53 نوحے، حصہ دوم 81 نوحے)
.14	شاعرِ اہل بیت جیل میں	1939ء	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	قومی نظموں اور قطعات کا مجموعہ
.15	حسینی سنسار	1364ھ	مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	نوحہ جات
.16	کاروانِ ماتم	ــــــــ	کتب خانہ اثنا عشری لاہور	(54) نوحے اور سلام
.17	پریم بھکتی	ــــــــ	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	ہندی نظموں کا مجموعہ، اردو رسم الخط میں
.18	دارالسلام	ــــــــ	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	جدید رنگ کے سلام
.19	تاثرات زیارت	1950ء	الکٹرک پریس، حیدرآباد	زیارت سے متعلق منظوم خراج عقیدت

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
.20	نصاب دینیات	1364ھ	مطبع حیدری، حیدرآباد	بچوں کے لئے مختصر دینی احکامات (نثر)
.21	شہیدوں کی باتیں	1952ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	کربلا والوں کے اقوال اور کارنامے (نثر)
.22	حسینؑ اور ہندوستان		مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	ہندوستان کا امام حسینؑ سے روحانی تعلق (نثر)
.23	لغات المذہب	1961ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	ایک ہزار مذہبی الفاظ پر مشتمل لغت (نثر)
.24	چورا ماموں	1349ھ	زاویہ ادب، حیدرآباد	بچوں کے لئے مختصر اخلاقی افسانہ (نثر)
.25	چاند کی بیٹی	—	—	— (نثر)
.26	پھول مالا	—	—	— (نثر)
.27	معراجِ فکر	1959ء	رضا کار بک ڈپو، لاہور	مرثیہ
.28	اسرار و افکار	1971ء	ادارۂ قدر ادب، حیدرآباد	چار سو رباعیات و قطعات
.29	قصائد نجم	1372ھ	تاج پریس، حیدرآباد	سولہ (16) قصائد کا مجموعہ
.30	جانِ کربلا	1993ء	مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	(نوحے+سلام)
.31	معرکۂ غم		مکتبہ ناصری، گولہ گنج، لکھنؤ	(نوحے+سلام)
.32	دکھ کا ساگر		مکتبہ ناصری گولہ گنج، لکھنؤ	(نوحے+سلام)

نمبر شمار	نام کتاب	سن طباعت	مطبع	تفصیلات
.33	کاروانِ عزا	———	عزادار بک ڈپو	نوحے اور سلام
.34	ترقی کی برکتیں	———	———	———(نثر)
.35	قصاید قدسی	———	مطبوعہ شمسی پریس، آگرہ	قصائد
.36	ستارے	1364ھ	دکن اُردو اکادمی	نظموں کا مجموعہ
.37	بندۂ خدا	1969ء	کاظمی پرنٹنگ پریس حیدرآباد	ایک مذہبی ناول (نثر)
.38	نفس اللہ	———	دائرہ الکٹرک پریس، حیدرآباد	———(نثر)
.39	ترقی پسندوں کے نام	———	———	———(نثری کتاب)
.40	رباعیات نجم آفندی	———	امامیہ کتب خانہ لاہور	(145) رباعیات
.41	پنجتنی قصائد (غیر مطبوعہ)	———	———	قصائد
.42	رباعیات	1976ء	اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد	(30) رباعیات
.43	لہو قطرہ قطرہ	فروری 1979ء	پرنٹنگ محل، ناظم آباد کراچی	پچاس منتخب غزلوں کا مجموعہ

وطن پرستی اور انگریز نفرت: سچ تو یہ ہے کہ برصغیر نے علامہ نجم آفندی کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور آزادی کے بعد ع: منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔

وطن دوستی انگریز نفرت اور قومی محبت نجم آفندی کے ریشہ ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ذیل میں چند واقعات اور حکایات ہمارے دعویٰ کے ثبوت ہیں۔

1. ابتدائی عمر میں جب اسکول میں کسی ہندو لڑکے سے جھگڑا ہونے کے بعد ان کے ہیڈ ماسٹر راج کمار کے جملہ ”تم دونوں مل کر تیسرے کو کیوں نہیں مارتے؟“ نے فوراً

انگریزوں کے خلاف متحد ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اپنی خودنوشت میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "میرے دل نے آواز دی کہ تیسرے سے مراد انگریز ہے جس کی غلامی کی صعوبتیں ہم برداشت کر رہے ہیں لیکن اس کو مار بھگانے کی جسارت نہیں کرتے۔"

2. نجم آفندی کی کھدر پوشی سے تنگ آ کر ان کے انگریز افسر نے ان کا تبادلہ سزا کے طور پر آسنسول کر دیا۔ چنانچہ بعد میں نجم نے تحریکِ ترکِ موالات سے متاثر ہو کر سرکاری ملازمت سے ہمیشہ کے لئے استعفیٰ دے دیا۔

3. انگریزوں کے استعمار سے بیزار ہو کر زمانہ طالب علمی میں ایک چھوٹی سی انجمن بنائی جس کا خفیہ ایجنڈا انگریزوں سے ان ہی کے ہتھیاروں سے مقابلہ اور قومی ملی یکجہتی تھا۔ اس انجمن کے ممبر ایک خاص قسم کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ انجمن رشتوں کے بھائی کی سازش سے ختم ہوگئی۔

4. سرکاری ملازمت سے علاحدگی کے بعد قومی اور مذہبی رجحان نے تقویت پائی چنانچہ ایک طویل پچیس (25) بند کی نظم "دُرِ یتیم" لکھی جو "پھولوں کا ہار" مجموعۂ کلام میں شامل ہے اور اس نظم کے ساتھ یہ نوٹ بھی لکھا ہے کہ یہ وہی نظم ہے جس نے شیعہ کانفرنس کے آٹھویں اجلاس منعقدہ الہ آباد میں حشر برپا کر دیا تھا اور جس پر راجہ سید ابو جعفر صاحب نے ساڑھے چار ہزار روپے نچھاور کر دیے تھے۔

5. نجم آفندی نے اپنی تصنیف "ترقی کی برکتیں" میں ہندو مسلم اتحاد پر زور دیتے ہوئے لکھا۔ اس وقت ہندو مسلم اتحاد کی بہترین صورت یہ ہے کہ دونوں قوموں کے نوجوان اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے طاقت ور بازوؤں کا صحیح مصرف کریں اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے فساد روک کر ملک کی سب سے بڑی خدمت کریں۔

6. نجم آفندی جلیس ترمذی کے خط میں لکھتے ہیں: ہندو قوم کے افراد نے گاندھی جی کو ختم کر کے دنیا کو یہ بتا دیا ہے کہ ہندوستانی ذہنیت کہاں تک پست ہو سکتی ہے۔

7. نجم آفندی کانگریسی تھے اور اسی لئے کانگریسی مشاعرے بھی کروائے۔ ایک مشاعرے

میں تو ردیف ''کھدر'' رکھی گئی۔ انگریز دشمنی اور وطن دوستی نے تجمّل کو کانگریسی بنادیا۔ اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں۔ ''ہم نے ایسے بھی مشاعرے کیئے ہیں جن کا مقصد حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا تھا۔ ایسے مشاعروں کو کانگریسی مشاعروں کا نام دیا جاتا تھا۔ میرے ایک دوست برہم سروپ خار میرٹھی میری طرح پکے کانگریسی تھے۔

8. ترقی کی برکتیں میں لکھتے ہیں: ''ہندوستان کی بدقسمتی سے ہندومسلم اختلاف پیدا ہوا۔ تضاد بڑھنے لگا اور آج وہ نوبت آئی کہ مسلم لیگ کو پاکستان کی تجویز پیش کرنی پڑی۔

صدمات: 1. سرکاری نوکری سے استعفٰی کے بعد مالی بحران سے دوچار رہے۔ ماہنامہ ''مشورہ'' جاری کیا لیکن مالی حالت بدتر ہوگئی۔

2. پرنس معظم جاہ کے شاہانہ مزاج کو برداشت نہ کرسکے اور نوکری ترک کردی۔ کچھ دنوں کی فارغ البالی پھر مالی بحران میں تبدیل ہوگئی۔

3. 1953ء میں والد کا انتقال ہوگیا۔

4. 1958ء میں اہلیہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

5. برادرخرد کوکب آفندی اور دو بیٹیوں کا پاکستان میں ہمیشہ کے لئے آباد ہونا۔

علالت اور مرض الموت: تجمّل آفندی کو پرنس معظم جاہ شجیع کی درباروداری نے نیند کی گولیوں کا محتاج کردیا تھا، چنانچہ آخری عمر تک ان زہریلی دواؤں کا اثر باقی رہا۔ اعصاب میں تناؤ کم خوابی، لاغری اور ضعف کے علاوہ آخری عمر کے حصے میں معدہ، جگر، قلب کی بیماریاں اور رعشہ و ثقل سماعت سے دوچار رہے۔ آخری عمر جو پاکستان میں گزری عموماً بہت کم باہر نکلتے تھے اور زیادہ تر بستر پر لیٹے رہتے تھے۔

پاکستان میں: 1. تجمّل آفندی پہلی بار اپریل 1971ء میں بمبئی سے بحری جہاز میں سوار ہوکر کراچی کی بندرگاہ پر اترے۔ کراچی میں چند مہینے قیام کرکے وہ لاہور گئے پھر کراچی آتے جاتے رہے۔ تجمّل صاحب محافل شعروسخن، مشاعروں مسالموں، مقاصدوں اور مجلسوں میں شرکت فرماتے رہے۔ پاکستان میں تقریباً ہر بڑے اور معروف ادیب،

شاعر اور خطیب سے ملاقاتیں رہیں۔ ان کا کلام روزناموں، رسالوں، جریدوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں قیام کے دوران بعض اوقات اپنی یاد داشتیں ایک ڈائری میں بھی مرتب کیں جو ان کی ملاقاتوں اور محفلوں کی عمدہ یادگاریں ہیں۔

وفات : تاریخ 17/ ذی الحجہ 1395 ہجری مطابق 21/ دسمبر 1975ء

وقت : ½ 9 بجے صبح

مقام : کراچی

دن : اتوار

غسل میت : وصیّت کے مطابق مکان پر ہوا

نماز میت : بارگاہ رضویہ سوسائٹی میں پڑھائی گئی

دفن : سخی حسن دربار کے قبرستان واقع نارتھ ناظم آباد ہوا۔ شفیق اکبر آبادی نے تلقین پڑھائی۔ سوئم کی مجلس رضویہ سوسائٹی کے امام باڑے میں ہوئی۔ سید ضمیر نقوی صاحب نے مجلس پڑھی۔ جنازہ میں صرف پچیس تیس افراد نے شرکت کی۔

قطعات، اشعار اور مصرعہ تاریخ وفات

1. جناب نسیم امروہوی:

لکھ دو نسیم باکمال قبر پہ سالِ انتقال

بقعۂ پاک محوِ خواب شاعرِ اہلِ بیتؑ نجم

1975ء

2. جناب رئیس امروہوی:

فراقِ نجم آفندی مرحوم

"غروب انجم نجم" اے قلم لکھ

1395ھ

3. جناب فیضؔ بھرت پوری:

رحلت شاعرِ فنا فی اللہ
نجم آفندی اکبر آبادی

1975ء

4. جناب ساحرؔ لکھنوی

سال رحلت کے لئے قبر پہ لکھ دو ساحرؔ
نجم ہے دامنِ مدفن میں ستارے کی طرح

1395ھ

5. جناب کسریٰؔ منہاس:

دُریک دانہ نکتہ داں شاعر

1395ھ

شاعرِ نکتہ داں گرامی تبار

1975ء

6. جناب نیساںؔ اکبر آبادی

تذکرۂ اہلِ بیت جس کا تھا شغل سخن
خلد میں وہ آگیا شاعرِ شیریں نوا

1975ء

7. جناب خلشؔ پیر اصحابی:

الف سے الم کے خلش اب تو یوں
ہے لکھا غم نجم دائم رہا

1 + 1394 = 1395ھ

8. جناب باقرؔ امانت خوانی:

اس طرح باقرؔ نے کھینچا منظرِ سالِ وفات
اب فلک سے شاعری کے نجم ٹوٹا جلوہ ریز

1975ء

9. پروفیسر فیضی:

بتائید الٰہی یہ شرف فیضی انہی کا تھا
عزادارِ شہید کربلا تھے تجمل آفندی

1975ء

10. جناب شائق زیدی:

رہے وہ اے شائق یہ تجمل — شاعرِ اہل بیتؑ جہاں میں
پڑھتے ہوئے آیاتِ ماتم — تجمل گئے ہیں باغِ جناں میں

1395ہجری

11. جناب فضل الدین فدا

تعزیت نامہ پاسدار اہل حق

1395ہجری

وفاتِ حسرت آیات جلیل القدر

1975ء

مرجع کرم خسرو اقلیمِ دانش

1975ء

برگزیدۂ رحمٰن نازش ملّت تجمل آفندی اعلی اللہ مقامہ

1975ء

وحید زماں بلند آستاں نور اللہ مرقدہ

1395ہجری

یہ صدمہ کس قدر غم آفریں ہے — نظر بے چین دل اندوہ گیں ہے
فدا لکھ تجمل کی تاریخ رحلت — بلا شک ساکنِ خلدِ بریں ہے

1395ہجری

تعداد کل کلام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ

علامہ نجم آفندی

نمبر شمار	صنفِ سخن	تعداد	تعداد اشعار
1.	غزلیں	195	1932
2.	رباعیات	591	1182
3.	قطعات	498	1001
4.	نعت	16	304
5.	قصاید	81	2519
6.	سلام	107	1375
7.	مراثی	3 (209 بند)	627
8.	نوحے	144	2237
9.	تاثیر زیارات	10	128
10.	متفرقات	83	1036
11.	ہندی کلام	18	458

کل اشعار = (12799)

علاّمہ نجم آفندی

کی

نعتوں کا مجموعہ

ڈاکٹر سید تقی عابدی

تجمّم آفندی کی نعت نگاری

یہ بھی بڑے تعجب کی بات ہے کہ جناب تحسین فراقی نے اپنے تحقیقی عمدہ مضمون ''جدید اردو نعت گوئی'' ایک جائزہ جو نعت نمبر شام وسحر 1982ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ تقریباً پچاس سے زیادہ اردو کے نعت گو شعرا کا تذکرہ کیا لیکن علامہ تجمّم آفندی کا نام تک نہیں لیا جبکہ تجمّم آفندی کے ہزار سے زیادہ عمدہ نعتیہ اشعار ان کے کلام میں بکھرے ہوئے ہیں جن سے کم وبیش سبھی پرستارانِ رسالتؐ واقف ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان کی بیشتر نعتیں جن کی مجموعی تعداد سولہ ہے، غیر مطبوعہ ہیں لیکن ان کے نعتیہ اشعار اور نعتیں ہمیشہ محافل میلاد کی رونق بنی رہیں اور بعض اشعار زبان زد عام بھی رہے۔ راقم نے تجمّم آفندی کا تمام تر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام ''کائناتِ تجمّم'' میں جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کائنات تجمّم، تجمّم آفندی کی حیات، شخصیت، فن اور مجموعہ کلام مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی دستاویزی حیثیت رکھتی ہے جس میں تجمّم کے صدہا نعتیہ اشعار، (31) اکتیس نعتیہ رباعیات، چار نعتیہ قطعات اور سولہ نعتیں شامل ہیں جو تجمّم کی ستر (70) برس ریاضت کی کمائی ہیں۔ ڈاکٹر سید نواز حسن زیدی نے اپنی کتاب تجمّم آفندی فکر وفن میں نعتیہ رباعیات کے ذیل میں بہت صحیح لکھا کہ ''تجمّم آفندی کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے اپنی کسی رباعی میں بھی ایسی بات پیش نہیں کی جو قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔ ان کے نزدیک عقیدت کا معیار یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے مسلمہ معیارات کو سامنے رکھ کر حضورؐ کی مدح کی جائے اور صحیح روایات کو بنیاد بنایا جائے نہ کہ محض عقیدت اور جذبات میں حضورؐ سے ایسی باتیں منسوب کی جائیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ کے بارے میں ان کی رباعیات کسی نہ کسی

آیت قرآنی کی وضاحت کر رہی ہیں۔ تجمّ آفندی نے شمائل نبوی کے بیان کے بجائے، آپ کی سیرت اور اسوہ پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے۔ تجمّ نے جہاں حضورؐ سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا ہے، وہاں مسلمانوں کو ایک ایسا راستہ بھی دکھایا ہے جس پر چل کر وہ دین و دنیا کی بھلائی حاصل کر سکتے ہیں اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔"

اس مضمون میں ہم صرف چند نمونہ کے اشعار بغیر کسی تشریح و تبصرہ کے پیش کر رہے ہیں، تاکہ ہر کس بقدر ہمّت خود اس سے فیض یاب ہو سکے لیکن تجمّ کا نعتیہ شاعری میں مقام متعین کرنے میں دقّت نہیں ہوگی۔ تجمّ آفندی کا شمار صفِ اوّل کے جدید اردو نعت گوئی کے شعرا حالیؔ، اکبرؔ، اقبالؔ، ظفرؔ علی خاں، حفیظؔ جالندھری، احسان دانشؔ، حفیظ تائبؔ، عبدالعزیز خالد وغیرہ میں ہوتا ہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ نظام حیدر آباد کے صدر المہام (وزیر اعظم) مہاراجہ کشن پرشاد جن کی نعتوں کا مجموعہ "ہدیۂ شادؔ" ان کی زندگی میں شائع ہو چکا تھا، کسی شخصی محفل میں نعت سنا رہے تھے۔ کسی منچلے نوجوان نے مہاراجہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ مہاراجہ کیا آپ مسلمان ہو گئے ہیں جو ایسی عقیدت سے بھری نعت سنا رہے ہیں۔ مہاراجہ نے اس نوجوان کو مخاطب کر کے فوراً جواب دیا۔ تو خدا پرشاد ہے میں کشن پرشاد ہوں۔ پھر مزید کہا کہ حضورؐ کے اخلاق حسنہ اور انسانیت پر احسانات نے مجھے اس بات پر وادار کیا کہ میں حضورؐ کی توصیف و تعریف میں نعت کہوں۔ یقیناً غیر مسلم نعت گویوں نے سرکارِ کائنات کو اخلاق و کردار کا عظیم نمونہ اور انسان سازی کا عالی ترین قالب سمجھ کر نعتیہ مضامین کی ہر دور اور ہر موسم میں فصل اُگائی ہے۔ آج کے پُر آشوب دور میں جہاں اسلامی اقدار کو مسخ کرنے کی بین الاقوامی تحریک جاری ہے حضورؐ کی ذات مقدس کو بھی غلط بیانی اور دروغ گوئی کے ذریعہ جارحیت کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ حضورؐ کو (معاذ اللہ) ایک جابر حکمراں کے روپ میں پیش کیا جا رہا ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار اس لیے ہے کہ قرآن اگر موردِ قبول نہ ہوگا تو تلوار سے سر اُتارا جائے گا۔ چنانچہ اس دور میں ایسی نعتوں کی ضرورت اس لیے بھی ضروری ہوگئی ہے کہ ظلمتِ کفر و نفاق کو چراغِ مصطفویؐ سے دور کیا جا سکے۔

تجمّم کے درجنوں نعتیہ اشعار ان مضامین پر موجود ہیں۔ اس موقع پر ہم کچھ اشعار پیش کرتے ہیں۔

دو عالم پر ہے قبضہ احمدِ مختارؐ کیا کہنا ترا قرآن کیا کہنا تری تلوار کیا کہنا
وہی ہے صحنِ مسجد اور وہی قصرِ حکومت ہے خدائے پاک کے گھر میں ترا دربار کیا کہنا

اک فیصلہ کن شان سے بھیجا ہے خدا نے قرآن بھی تلوار بھی ہے دستِ قوی میں

خدا کے گھر میں اُس نے فقر کی مسند پہ شاہی کی جہادِ زندگی میں کون ایسا مردِ میداں ہے

مجاہد کر دیا خوں خوار خوں آشام قوموں کو خدا کی راہ میں مصرف کیا اُس نے شجاعت کا

انسانیت، انسان سازی اور مکارم الاخلاق پر اشعار دیکھئے:

خدمت یہ کسی نبیؐ ولی سے نہ ہوئی وابستہ کسی پیمبری سے نہ ہوئی
کامل تھے سبھی مگر محمدؐ کے سوا اخلاق کی تکمیل کسی سے نہ ہوئی

احساسِ حیات کو جگانے والا حکمت کے حدود کو بڑھانے والا
کتنے پیغمبروں کے بعد آیا ہے انسان کو انسان بنانے والا

دنیا میں پیمبروں کا سلطاں آیا انساں کی عظمت کا نگہباں آیا
سیرت ایسی بدل دیا نظمِ جہاں صورت ایسی کہ جس پہ قرآں آیا

صورت گرِ ازل نے ترے اعتبار پر اک مشتِ خاک تھی جسے انساں بنا دیا
کہتی ہے ذہنیت یہ حجاز و عراق کی تیرا ہی کام تھا کہ مسلماں بنا دیا

وہ اک نورِ مجسّم تھا مگر اے ابنِ آدم سُن
تری سیرت بنانے کو اٹھایا بار صورت کا
ظہور اس کا نہ تھا تقسیم ملک و مال کی خاطر
اُسے دنیا میں جوہر باٹنا تھا آدمیت کا
اُسے انسان کے اخلاق کی تکمیل کرنی تھی
علیٰ آفاق میں پہلا ثمر تھا اس کی محنت کا

تلوار اٹھے یا دستِ دعا دونوں میں ہے شامل حق کی رضا
مسجد کی روش میدان میں بھی سرکارِ دو عالم صل علیٰ
جو دینِ خدا کی دشمن تھی ہر بات پہ جس سے جنگ ہوئی
اک دن وہی دنیا چیخ اٹھی سرکارِ دو عالم صل علیٰ

میں سمجھا آدمی کا احسن تقویم ہو جانا
یہی صورت ہے جس پر حق کی صنعت ناز کرتی ہے
ترے اُسوہ نے کی اخلاق کی تکمیل دنیا میں
اسی معراج پر انساں کی عظمت ناز کرتی ہے

انساں کے خاکی پیکر میں اب شافعِ محشر آتے ہیں
جو دونوں جہاں کے مالک ہیں وہ بھیس بدل کر آتے ہیں

دیا جس پُر خطر صحرا میں درسِ معرفت اُس نے
وہی تہذیب کا اخلاق کا پہلا دبستاں ہے
بہت حیران تھی دنیا اس اندازِ حکومت پر
کوئی قصرِ حکومت ہے نہ حاجب ہے نہ درباں ہے

ہر دور میں اخلاق کی تکمیل ہوا
سرمایۂ پیغامِ رسولِ عربیؐ

شرع کا ہر مسئلہ ہے علم و حکمت کو قبول
فطرتِ انسانیت ہے ہم نوائے مصطفیٰ

مکمل کر دیا انسان کا دستورِ حیات اُس نے
رسولِ آخری ہے حرفِ آخر لے کے آیا ہے

کیا آدم کو پیدا جس خدا نے اس کا کیا کہنا
مگر مجھ کو محبت ہے خدائے آدمیت سے
یہ وہ انسان اعظم ہے شکستِ فاش دی جس نے
حکومت کی محبت سے محبت کی حکومت سے

بنی آدم ازل سے تا ابد ممنون احساں ہیں　　　اسی نے آدمیت دی ہے ورنہ آدمی کیا ہے

مذموم تمدن کے صنم توڑے ہیں اس نے　　　اک اور اضافہ یہ کیا بت شکنی میں

نعت درحقیقت حدیث دل ہے۔ وارداتِ قلبی کا صفحۂ قرطاس پر مظاہرہ ہے۔ عرفیؔ کے شعر کے مصداق تلوار کی دھار پر سفر ہوتے ہوئے بھی سیر گلشن فردوس ہے۔ جس کا جتنا قلبی اثر ہوگا، نعت اتنی ہی با اثر ہوگی۔ نعت کی تنقید کے معنی، گلِ نعت یعنی شعر کو نوکِ خار تنقید سے تتر بتر کرنا صحیح نہیں۔ اگر کسی نے اپنے کو حسانِ دوراں یا حسانؔ مثل کہا ہے تو یہ تعلّی ہے اور خوبصورت تعلّی ہے۔ اُس میں خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ غالبؔ کے چہیتے شاگرد مہدی مجروحؔ نے بھی اپنی خوبصورت نعت کے مقطع میں کہا ہے۔

مدحت سنج ہے دن رات مجروحؔ　　　یہ اردو میں ہے سحبانِ محمدؐ

بعض لوگوں نے شاعر دربار رسالتؐ پر اعتراض کیا۔ لیکن حضورؐ کا دربار آج بھی سجا ہوا ہے ورنہ لاکھوں افراد نذرانۂ عقیدت لے کر مدینہ نہ جاتے اور ہر وہ شخص جو اس دربار میں حاضری دے گا وہ اپنے کو شاعر دربار رسالتؐ کہنے کا حق دار ہے۔ رند اور زاہد، صوفی اور مفتی کی لے میں فرق ہے اور نجمؔ اور دوسرے نجوم آسمان رسالتؐ، شاعر دربارِ رسالتؐ ہی ہیں۔

طلب یکساں ہے لیکن فرق یہ ہے رند و زاہد میں　　　کوئی عشق نبیؐ میں نالہ کش کوئی غزل خواں ہے

اے نجمؔ میں ہوں شاعرِ دربارِ رسالتؐ　　　کیا شک ہے کسی کو مری تصویر کشی میں

فضائے عرش میں اے نجمؔ رہتا ہے دماغ اپنا　　　فرازِ عرش سے اترے ہیں یہ اشعار کیا کہنا

چار پشتوں سے مجھے حاصل ہے یہ عزّ و شرف　　　نجمؔ فطرت ہے مری مدح و ثنائے مصطفیٰؐ

میرے آباء کا شرف ہے میری فطرت کا خمیر　　　نجمؔ صدیوں سے ہے فخرِ مدح آل مصطفیٰؐ

جب مدحِ پیمبرؐ کرتا ہوں وہ زورِ سخن بڑھ جاتا ہے
اے نجم سلامی دینے کو الفاظ کے لشکر آتے ہیں

نجم مدّاحِ پیمبرؐ کی بلندی کو نہ پوچھ
خاک پر بیٹھے تو سر عرش سے جاملتا ہے
میں اپنے شعر لے کر نجم اس منزل میں کیا جاؤں
جہاں قرآن کی ایک ایک آیت ناز کرتی ہے

تا عرش یہ نغمے جائیں گے سکانِ فلک دہرائیں گے
کہنے دو مجھے اے نجم ابھی سرکارِ دو عالم صل علیٰ

اُسے یارب نہ ہو معلوم حالت نجم کے دل کی
غم اسلام کم ہے اور غم دوراں فراواں ہے

صرف مقطعوں ہی میں نہیں بلکہ نعتوں کے بہتے زلال میں بھی نجم کے احساسات عجز و انکسار اور تعلّی کے کنول نظر آتے ہیں۔ یہ طرز بیان صرف اور صرف مدحت نبویؐ کے لطفِ خاص سے عطا ہوتا ہے جیسا کہ خود کہتے ہیں:

قطرہ نے لیں جو تیری محبت میں کروٹیں
بطنِ صدف میں گوہر غلطاں بنادیا
یہ نطق کا شرف یہ طہارت زبان کی
اک اک حدیثِ دوست کو قرآں بنادیا
سلطانِ کج کلاہ مقابل نہ ہوسکے
جس کو رئیسِ دولتِ عرفاں بنا دیا

ایک اور نعت کا مطلع اور زیب مطلع کا انداز دیکھیے۔

کیا کام کیا فکر نے مدحِ نبویؐ میں
اور آگ لگادی ہے مری تشنہ لبی میں
آزاد ہوں میں وسعتِ عشقِ نبویؐ میں
الجھے ہوئے ہیں تنگ نظر بولہبی میں
وصلِ ابدی میں ہے نہ سحرِ ازلی میں
احساس جو ہے عشقِ محمدؐ کی خودی میں

اسلام دین فطرت ہے اور پیامبر اسلام فطرت کا مکمل نمونہ۔ اسلامی اقدار اُس زمانے میں دنیا میں رونما ہوئے جب دنیا مساوات، امن اور شانتی، استعمار اور جمہوریت سے آشنا نہ تھی یعنی فلسفہ اور ان کی کتابوں میں اس کا تذکرہ تو تھا لیکن کوئی انھیں رو بہ عمل لانے کی قدرت اور جرأت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ یہ ذات ختمی مرتبت تھی جس نے غربت کو مٹانے، زر و زمین کو آقا اور غلام کے درمیان تقسیم کرنے، امن اور صلح کے پیغامات کو سراسر گیتی پھیلانے اور پیغام برادری انسانوں

کے درمیان بخصوص ملت اسلامیہ کے افراد کے درمیان اتحاد پر زور دیا۔ تجمم کی نعتوں میں یہ مضامین بکھرے ہوئے ہیں۔ غریبوں اور غربت کے متعلق چند شعر دیکھیے۔

غریب قوم بن کر بن گیا ڈھارس غریبوں کی امیرِ خلق ہو کر بھیس بدلا اُس نے غربت کا

اسی کی حق پناہی سے ہوا ہے دسترس اتنا کہ آج افلاس کا ہاتھ اور دولت کا گریباں ہے

بہت دولت لٹائی جس کے ہاتھوں نے غریبوں میں مگر ہونے دیا دامن کو آلودہ نہ دولت سے

تجھے دولت حکومت عیش سب دیتی رہی دنیا مگر دنیا میں باقی ہے ترا انکار کیا کہنا

دنیا کے امن کے لیے کیا کوئی دوسری ہستی ایسی ہے جس نے صرف دفاعی جنگ کی اور مدینہ جیسے شہر میں دوسری اقلیتوں کے ساتھ انسانیت کا سلوک برقرار رکھا۔

رحمت عالم خلافِ امن جا سکتا نہیں تھی دفاعی جنگ ہر جنگ و جدال مصطفیٰ

ابھی انسان سمجھا ہی نہیں تجویز امن اُس کی ابھی دنیا کے ہر اک موڑ پر طاقت رجز خواں ہے

جہاں میں سب سے پہلے تو پیام امن لایا تھا مساوات و محبت کے علم بردار کیا کہنا

مساوات اور برادری بخصوص ملت اسلامیہ کے فرقوں کے درمیان اتحاد پر تجمم نے بڑے عمدہ اشعار نعت نگاری میں شامل کیے ہیں۔

نوعِ بشر کو نظم مساوات سونپ کر ہر دردِ اختلاف کا درماں بنا دیا

دیا تھا اس نے وہ درسِ مساواتِ روا داری کہ ہر اک قوم میں اب روح آزادی کی جولاں ہے

کیا تقویٰ کو شامل اس نے تہذیب و تمدن میں یہ نعمت گر نہیں تو منعم و مزدور یکساں ہے

اُسی خوانِ کرم کی ریزہ خوار اقوام عالم ہیں اُسی کا اک عطیہ اشتراکی درد درماں ہے

خدا بھی ایک ہے قرآں بھی قبلۂ پیمبر بھی
قیامت ہے کہ پھر ملّت کا شیرازہ پریشاں ہے

بھلا سکتے نہیں دل اس کی تحریک اخوت کو
چراغ انسان کے احساس کا بے شک فزاواں ہے

اخوت کی بنا ڈالی اُسی نے بزم ہستی میں
کسے معلوم تھا انسانیت کا کیا تقاضا ہے

جو عالم گیر پیغامِ اخوت لے کے آیا تھا
اُسی کی قوم ہے محروم احساس اخوت سے

شاعری کی دوسری اصناف کی طرح نعت کے اظہار اور ابلاغ میں وسعتِ فکری کو بڑا دخل ہے۔ علامہ اقبالؔ کے نعتیہ اشعار میں غضب کا خلوص ہے۔ جس کی جھلک علامہ تجمؔ آفندی کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔

اُسے کرنا تھا رشتہ عبد کا معبود سے محکم
کہ اُس کو علم تھا انساں کی کمزوریِ فطرت کا

خالق کی مشیت پہ بھی کر ہی لیا قبضہ
کیا آگئی انسانِ خدا ساز کے جی میں

تفریق پہ کس نے مجھے مامور کیا ہے
کیوں فرق کروں عشقِ خدا عشقِ نبیؐ میں

خبر کیا تجھ کو تعلیم محمدؐ مصطفےٰؐ کیا ہے
یہ حُسنِ احتیاط ایک امتزاجِ دین و دنیا ہے

رباعی

آدم مابین آب و گل تھے جب سے
روشن تھی فضا نور حبیب رب سے

اپنی ہستی سے بے خبر آدم زاد
کیا جانے کہ ہے ذات محمدؐ کب سے

حضور اکرمؐ کی تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کے بجائے بعض لوگ فروعی اور غیر ضروری مسائل میں اپنی پوری توانائی صرف کر دیتے ہیں۔ معراج روحانی اور جسمانی کے مباحث، نوری یا خاکی ہونے کی بحث، فلسفہ اور دین و دنیا کے معمولی مسائل وغیرہ۔ تجمؔ کے چند اشعار ان کی پوری ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔

کچھ خبر بھی ہے تجھے نان و نمک کے سائل
اُس کے کوچہ میں گدائی سے خدا ملتا ہے

بھٹک کر رہ گئے رستہ میں سقراطی بقراطی
تیری چوکھٹ پہ سجدے کر کے حکمت ناز کرتی ہے

نہ چھیڑو مبحثِ معراج روحانی و جسمانی　　دکھاؤ آئینہ جو پائے حق کو اس کی سیرت کا

یہ نطق کا شرف یہ طہارت زبان کی　　اک اک حدیثِ دوست کو قرآں بنا دیا

میانِ آب و گل تھا آدمی جب وہ پیمبرؐ تھا　　مشیت ہی میں تھا اسلام وہ جب سے مسلماں ہے
خود اپنا نور نورِ بندگی نورِ خداوندی　　شبِ معراج اس کی غیرتِ صبح درخشاں ہے

بے کار یہ جسم و روح کی بحث ہے آج　　سر پر مرے آقا کے ازل سے ہے یہ تاج
کیا اس کے لیے عرش پہ جانے کا سوال　　جب فرش پہ حاصل ہو مقامِ معراج

تشکیل ہوئی تنظیم ہوئی ترتیب ہوئی تکمیل ہوئی　　کیوں ختم نہ ہو پیغامبری سرکارِ دو عالم صلِ علیٰ

یہ نام محمدؐ یہ اندھیرے کا اجالا　　سرنامۂ آیات ہے آیاتِ جلی میں
صدقے صنمِ ہند و صنادید عجم ہیں　　اللہ کی قدرت ہے لباس عربی میں

حضور اکرمؐ کی ذات اقدس مدینۃ العلم ہے۔ آپؐ علم لدنی کے حامل تھے۔ یہ بھی حضورؐ کا معجزہ ہے کہ اس دور کے عالم اور پڑھے لکھے شخص کو کیوں کر معرفت پروردگار حاصل نہ تھی جسے ابوجہل کے نام سے یاد کیا۔ حضورؐ ظاہری طور پر لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لیے آپ کا لقب اُمّی ہوا۔ مضامین نعت میں حضورؐ کا اُمّی ہونا ثانوی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ فارسی اور اردو کے شعرا نے اچھوتے، نادر اور خوب صورت اشعار لکھے۔ نجم کے دو چار اشعار، جو ان کی مزاجِ شاعری کے نقیب ہیں، تبرکاً یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

نگاہِ اہل ظاہر میں وہ اُمّی تھا مگر ایسا　　کتابِ زیست میں اصلاح دی ہے دستِ قدرت سے

تکوینی ہے علم اس کا جو کہلاتا ہے اُمّی　　یہ بات نہ آئے گی کبھی ذہنِ غبی میں

اُسی نے مصرفِ علم و عمل سے ہم کو سمجھایا   غرورِ زندگی کیا ہے شعورِ زندگی کیا ہے

ازل کے دن سے جس کی انگلیاں ہیں نبضِ فطرت پر   مزاج زور و زر بدلا ہے جس نے علم و حکمت سے

حضور اکرم معلّمِ اخلاق اور زیست ہیں وہ تکوینی علم کے حامل ہیں۔

نعت میں منقبتی موضوعات کی رسم بھی بہت قدیم ہے۔ عربی فارسی اور اردو نعت کی ابتدا ہی اس آمیزش کے ساتھ ہوئی۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کی نعتوں میں اہل بیتؑ کرام کی مدح و ثنا مسلسل نظر آتی ہے لیکن اُن میں سب کی نسبت حضور اکرمؐ کے وجود سے بتائی جاتی ہے۔ یہاں یہ ذکر بھی عمدہ ہے کہ نجم آفندی کو نصیر الملّت کی جانب سے شاعر اہل بیتؑ کا خطاب دیا گیا تھا۔

شاعر ہوں جن کا نجم وہ ہیں وجہ کائنات   ممکن ہے تا ابد میرا نام و نشان رہے

مصاحب تیرے پیغمبرؐ فرشتے لشکری تیرے   سپہ سالار اعظم حیدر کرار کیا کہنا
ذبیح اللہ شامل تیرے اسلاف مقدس میں   شہید کربلا ہے تیرا ورثہ دار کیا کہنا

کلمہ گو کیوں کر نہ ہوں شیدائے آلِ مصطفیٰؐ   کوئی بد قسمت ہی چاہے گا ملالِ مصطفیٰؐ
حشر تک فکر آفریں ہے ذہن انساں کے لئے   عترت و قرآں متاعِ لازوالِ مصطفیٰؐ
صورت و سیرت میں ہیں زہراؑ کے دونوں لاڈلے   ہم جمالِ مصطفیٰؐ و ہم خیالِ مصطفیٰؐ
ترے اسلاف سے اخلاف سے آگے نہیں کوئی   جہاں تک نسل آدم کی شرافت ناز کرتی ہے

نجم آفندی نے حضرت تمنا سندیلوی مرحوم کی فارسی نعت پر تضمین کر کے ایک خوبصورت فارسی میں نعت کہی ہے جس کے ایک بند پر اس تحریر کو تمام کرتا ہوں۔

از روئے تو صبح یافت تنویر   وز زلفِ تو شب نمودہ تحریر
تو جانِ مصوری بہ تصویر   از شمع رُخ تو دستِ تقدیر

برکرد چراغِ آفرینش

نعتیہ رباعیات

(1)

ہے نورِ محمدیؐ سراپا باقی
دنیا فانی ہے وجہ دنیا باقی
بندوں کا بھی محبوب خدا کا بھی حبیب
اب اور دو عالم میں رہا کیا باقی

(2)

حاصل تھی جسے نام ونسب کی معراج
جس کے لیے تھی رحمتِ رب کی معراج
کیا پوچھتے ہو نعت گو شاعر کا مقام
توصیفِ پیمبرؐ ہے ادب کی معراج

(3)

مفہومِ رسولؐ عربی ہیں احمدؐ
مکّی مدنی مطلبی ہیں احمدؐ
گذرے ہیں ہزار آدم و عالم بھی اگر
ہر آدم و عالم کے نبی ہیں احمدؐ

(4)

محفوظ ہے اسلامِ رسولؐ عربی
اے صلِ علیٰ نامِ رسولؐ عربی
ہر دور میں اخلاق کی تکمیل ہوا
سرمایۂ پیغامِ رسولؐ عربی

(5)

کیا حسن کا معیار لیے آئے رسولؐ
کس کس کو نصیب ہے تولائے رسولؐ
ہے وحدہٗ لا شریک بھی میرا شریک
اَحدیت کی حد میں ہے وہ شیدائے رسولؐ

(6)

موزوں تھے سب انبیاء بنوت کے لیے
مخصوص محمدؐ تھے ہدایت کے لیے
مطلوب ہیں بندوں کے خدا کے محبوب
ایسا تو رسولؐ ہو رسالت کے لیے

(7)

بیکار یہ جسم و روح کی بحث ہے آج — سر پر مرے آقاؐ کے ازل سے ہے یہ تاج
کیا اُس کے لیے عرش پہ جانے کا سوال — جب فرش پہ حاصل ہو مقامِ معراج

(8)

قدرت سے ملی ہے چشمِ بینا اے دوست — تو نے کبھی دیکھا کبھی سمجھا اے دوست
یہ کون ہیں بھاگتے ہیں دنیا کی طرف — دینداروں سے بھاگتی ہے دنیا اے دوست

(9)

کتنا ہی حسین ہو خیالِ سرورؐ — سمجھے گا نہ تو صورتِ حالِ سرورؐ
اللہ جمیل ہے اگر یاد تجھے — اس آئینہ میں دیکھ جمالِ سرورؐ

(10)

پابوس نہ کیوں ہوں بحروبر ختمِ رُسلؐ — حیران ہو جب فکرِ بشر ختمِ رُسلؐ
اب تیرے مقام کا تعین کیا ہو — جنّت ہے تری راہگذر ختمِ رُسلؐ

(11)

دنیا میں نہ تھی شئی کوئی شایانِ رسولؐ — سمجھیں گے وہی جن کو ہے عرفانِ رسولؐ
اللہ کا ہے کوئی محل اور نہ مقام — یہ عرش حقیقت میں ہے ایوانِ رسولؐ

(12)

ایوانِ رسولؐ کا ہے ٹکڑا طیبہ — کس میں ہے یہ دم کہے ہمارا طیبہ
آخر یہ زمیں پر کہیں رہتے سہتے — جنت سے انہیں کے لیے آیا طیبہ

(13)

وہ سرِّ خفی نصِ جلی کی معراج — اِس شان کی تھی کہاں کسی کی معراج
حاصل اُسے عرش پر بھی تھی فرش پر بھی — کیوں بحث میں لاتے ہو نبیؐ کی معراج

(14)

زور اپنا جو دکھلائیں محمدؐ والے — کونین سے ٹکرائیں محمدؐ والے
یہ عالمِ امکاں ہے مسلّم لیکن — ممکن نہیں مٹ جائیں محمدؐ والے

(15)

آدم مابین آب و گِل تھے جب سے — روشن تھی فضا نورِ حبیبِ رب سے
اپنی ہستی سے بے خبر آدم زاد — کیا جانے کہ ہے ذاتِ محمدؐ کب سے

(16)

شاہانِ جہاں کی کجکلاہی نہ چلی — یاں ایک کی بھی جہاں پناہی نہ چلی
اللہ رے فقرِ مصطفیٰؐ کے تیور — ان کے آگے کسی کی شاہی نہ چلی

(17)

احساسِ حیات کو جگانے والا — حکمت کے حدود کو بڑھانے والا
کتنے پیغمبروں کے بعد آیا ہے — انسان کو انسان بنانے والا

(18)

رفعت کا وہ کس فضا میں محتاج رہا — جس کے سر پر ازل سے یہ تاج رہا
معراجِ سرِ عرش ہے کیوں بحث طلب — وہ فرش پہ بھی صاحبِ معراج رہا

(19)

یوں پہلے پہل تو سامنا کیا کرتا — چپ چاپ خدا کا نور دیکھا کرتا
جس راہ سے لے گئی حلیمہ اُس کو — میں ہوتا تو ہر قدم پہ سجدا کرتا

(20)

روشن گر کائناتِ ممکن آیا — تکمیلِ نوازشات کا سِن آیا
کعبہ آواز دے خلیلِ حق کو — جس دن کی دعا مانگی تھی وہ دن آیا

(21)

دنیا میں پیمبروں کا سلطان آیا انسان کی عظمت کا نگہبان آیا
سیرت ایسی بدل دیا نظمِ جہاں صورت ایسی کہ جس پہ قرآن آیا

(22)

خدمت یہ کسی نبیؑ ولی سے نہ ہوئی وابستہ کسی پیمبری سے نہ ہوئی
کامل تھے سبھی مگر محمدؐ کے سوا اخلاق کی تکمیل کسی سے نہ ہوئی

(23)

مدہم تھا چراغ روشنی پوری کی تعمیرِ نجاتِ آدمی پوری کی
اللہ رے پیغمبرِ خاتمؐ کا کمال ہر ایک پیمبر کی کمی پوری کی

(24)

اُس حلقۂ اربابِ ولا میں ہوتے انصار میں ہوتے رفقا میں ہوتے
سنتے ہیں کہ ہر نبی کو حسرت یہ رہی ہم اُمتِ محبوبِ خدا میں ہوتے

(25)

اے خیرِ بشرِ کاشفِ اسرارِ حیات تیری ہی تجلّیاں ہیں انوارِ حیات
انسان ہیں اپنی کوششوں کی حد میں آزادِ حیات اور گرفتار حیات

(26)

تکمیل نمودِ کبریائی نہ ہوئی پوری غرض جلوہ نمائی نہ ہوئی
تو ذکر احد میں شان دیکھ احمدؐ کی یہ وہ ہیں بغیر ان کے خدائی نہ ہوئی

(27)

ہر چیخنے والا جو نبی ہوجائے پیغام خدا کا دل لگی ہوجائے
ہے ختم نبوت پہ نبوت کی ہوس کم ہے یہ شرف کہ آدمی ہوجائے

(28)

ہنگامۂ زیست میں کمی کیا معنی
مرجھائی ہوئی دل کی کلی کیا معنی
الفت میں نبیؐ کی دل اگر زندہ ہے
یہ موت کی شکل زندگی کیا معنی

(29)

ساقی مجھے مستِ مئے وحدت کر دے
تقدیمِ رسالت کے لیے شہپر دے
طیبہ میں پہنچنے کا ہے ارماں دل کو
فاراں پہ جو چمکی تھی وہ بجلی بھر دے

(30)

ممکن نہیں اور کوئی جذبہ بھر دو
ترکِ الفت پہ دل کو مائل کردو
اب تک مجھے یاد ہے کسی کا کہنا
اس ہاتھ پہ چاند اس پہ سورج دھر دو

(31)

عاشق ہے خدا انہیں بنایا جب سے
یوسفؑ بھی حسیں نہیں حبیبؐ رب سے
ایسا نقاش ہو تو ایسا نقشہ
نقشِ اول ہے اور بہتر سب سے

○

نعتیہ قطعات

(1)

یا مصطفیٰؐ نظامِ تن و جاں بنا دیا
تخلیقِ کائنات کا عنواں بنا دیا

صورت گرِ ازل نے ترے اعتبار پر
اک مشتِ خاک تھی جسے انساں بنا دیا

(2)

محبت میں محبت کے تقاضے رنگ لاتے ہیں
ہم ان کو یاد کیا کرتے نبیؐ خود یاد آتے ہیں

ہماری سمت جب اٹھتی ہے تنقیدی نظر کوئی
ہم اپنا عیب ان کا تذکرہ کر کے چھپاتے ہیں

(3)

دنیا میں ہے آوازہ قرآں کی فصاحت کا
انساں کوئی کیا سمجھے انداز مشیت کا

موضوع یہ نازک ہے میں کیسے زباں کھولوں
معراج سنادے گی لہجہ لبِ قدرت کا

منتخب نعتیہ اشعار

آنکھیں تو بچھا ہی رکھیں ہیں خاکسترِ دل کا فرش کرو
ہے عرش بھی جن کے زیرِ قدم وہ فرشِ زمیں پر آتے ہیں

جب مدحِ پیمبرؐ کرتا ہوں وہ زورِ سخن بڑھ جاتا ہے
اے نجم سلامی دینے کو الفاظ کے لشکر آتے ہیں

قطرہ نے لیں جو تیری محبت میں کروٹیں
بطنِ صدف میں گوہرِ غلطاں بنا دیا

یہ نطق کا شرف یہ طہارت زبان کی
اک اک حدیثِ دوست کو قرآں بنا دیا

سلطانِ کج کلاہ مقابل نہ ہو سکے
جس کو رئیسِ دولتِ عرفاں بنا دیا

صورت گرِ ازل نے ترے اعتبار پر
اک مشتِ خاک تھی جسے انساں بنا دیا

نجم مداحِ پیمبرؐ کی بلندی کو نہ پوچھ
خاک پر بیٹھے تو سر عرش سے جا ملتا ہے

میں سمجھا آدمی کا احسنِ تقویم ہو جانا
یہی صورت ہے جس پر حق کی صنعت ناز کرتی ہے

میں اپنے شعر لے کر نجم اس منزل میں کیا جاؤں
جہاں قرآن کی ایک ایک آیت ناز کرتی ہے

فضائے عرش میں اے نجم رہتا ہے دماغ اپنا
فرازِ عرش سے اترے ہیں یہ اشعار کیا کہنا

چار پشتوں سے مجھے حاصل ہے یہ عزّ و شرف
نجم فطرت ہے مری مدح و ثنائے مصطفیٰؐ

تشکیل ہوئی تنظیم ہوئی ترتیب ہوئی تکمیل ہوئی
کیوں ختم نہ ہو پیغامبری سرکارِ دو عالم صلِّ علیٰ

مئے حُب نبی کو واسطہ ہے میری فطرت سے
وہ کوئی اور ہوں گے جن کو مل جاتی ہے قسمت سے

نگاہِ اہل ظاہر میں وہ اُمّی تھا مگر ایسا
کتابِ زیست میں اصلاح دی ہے دستِ قدرت سے

وہ اک نورِ مجسم تھا مگر اے ابنِ آدم سُن
تری سیرت بنانے کو اٹھایا بار صورت کا

کیا کام کیا فکر نے مدحِ نبویؐ میں
اور آگ لگادی ہے مری تشنہ لبی میں

آزاد ہوں میں وسعتِ عشقِ نبویؐ میں
الجھے ہوئے ہیں تنگ نظر بولہبی میں

اک فیصلہ کن شان سے بھیجا ہے خدا نے
قرآن بھی تلوار بھی ہے دستِ قوی میں

تکوینی ہے علم اس کا جو کہلاتا ہے اُمّی
یہ بات نہ آئے گی کبھی ذہنِ غبی میں

اے نجم میں ہوں شاعرِ دربار رسالتؐ
کیا شک ہے کسی کو مری تصویر کشی میں

خدا بھی ایک ہے قرآں بھی قبلہ بھی پیمبرؐ بھی
قیامت ہے کہ پھر ملّت کا شیرازہ پریشاں ہے

بھلا سکتے نہیں دل اُس کی تحریک اخوت کو / چراغ انسان کے احساس کا بے شک فراواں ہے
ابھی انسان سمجھا ہی نہیں تجویز امن اُس کی / ابھی دنیا کے ہر اک موڑ پر طاقت رجز خواں ہے
دیا تھا اس نے وہ درسِ مساواتِ رواداری / کہ ہر اک قوم میں اب روحِ آزادی کی جولاں ہے

اُسے انسان کے اخلاق کی تکمیل کرنی تھی / علیؑ آفاق میں پہلا ثمر تھا اس کی محنت کا

مکمل کر دیا انساں کا دستور حیات اُس نے / رسولؐ آخری ہے حرفِ آخر لے کے آیا ہے

رحمتِ عالم خلافِ امن جا سکتا نہیں / تھی دفاعی جنگ ہر جنگ و جدالِ مصطفیؐ

یہ نامِ محمدؐ یہ اندھیرے کا اجالا / سرنامۂ آیات ہے آیاتِ جلی میں

ذبیح اللہؑ شامل تیرے اسلاف مقدس میں / شہیدِ کربلا ہے تیرا ورثہ دار کیا کہنا

یہ نطق کا شرف یہ طہارت زبان کی / اک اک حدیثِ دوست کو قرآں بنا دیا

جو عالم گیر پیغام اخوت لے کے آیا تھا / اُسی کی قوم ہے محروم احساسِ اخوت سے

کیا تقویٰ کو شامل اس نے تہذیب و تمدن میں / نعمت گر نہیں تو منعم و مزدور یکساں ہے

خبر کیا تجھ کو تعلیمِ محمد مصطفیٰؐ کیا ہے / یہ حُسن احتیاط ایک امتزاج دین و دنیا ہے

نعت

(1)

انسان کے خاکی پیکر میں اب شافعِ محشرؐ آتے ہیں
جو دونوں جہاں کے مالک ہیں وہ بھیس بدل کر آتے ہیں

آمد ہے اب ان کی عالم میں جن سے ہے وجودِ ارض و سما
اب ختم ہے سب کی راہبری کونین کے رہبر آتے ہیں

آنکھیں تو بچھا ہی رکھی ہیں خاکسترِ دل کا فرش کرو
ہے عرش بھی جن کے زیرِ قدم وہ فرشِ زمیں پر آتے ہیں

اصنام کے بندے کیا جانیں دراصل خدائی ان کی ہے
جو غارِ حرا سے گھر کی طرف اوڑھے ہوئے چادر آتے ہیں

دیدارِ نبیؐ ہو جائے تو پھر بوذرؓ سے کہیں سلمانؓ سے کہیں
ہم نے بھی وہ آنکھیں دیکھی ہیں ہم کو بھی وہ تیور آتے ہیں

کیا کوئی پیے گا میری طرح میکش ہوں میں ایسی محفل کا
جب سے مجھے پیتے دیکھا ہے کوثر کو بھی چکر آتے ہیں

جب مدحِ پیمبرؐ کرتا ہوں وہ زورِ سخن بڑھ جاتا ہے
اے تجمؔ سلامی دینے کو الفاظ کے لشکر آتے ہیں

نعت

(2)

اے وہ کہ تیرے نور کو عنواں بنا دیا
پرچم کشائے سلطنتِ جاں بنا دیا
شق ہوگیا قلم کا جگر تیرے نام پر
صبحِ ازل کا چاک گریباں بنا دیا
پیدا ہوئی جبیں کی ضیا سے فضائے عرش
سجدہ کا نقش عالمِ امکاں بنا دیا
ہستی ترے ظہورِ تبسم سے چونک اٹھی
اس کیفیت کو صبحِ درخشاں بنا دیا
کھولا نشانِ مہر نگاہِ جلال نے
چشمِ کرم اٹھی مہِ تاباں بنا دیا
بیداریوں کی نعمت پُر کیف شب کو دی
طاعت گزارِ زلفِ پریشاں بنا دیا
اِک پرتوِی جمال کا دریا اُبل پڑا
موجِ نسیم و جوشِ بہاراں بنا دیا
قطرہ نے لیں جو تیری محبت میں کروٹیں
بطنِ صدف میں گوہرِ غلطاں بنا دیا
غنچہ سے لے کے قلبِ بشر تک ہر ایک کو
شرمندۂ نوازش و احساں بنا دیا
اقرارِ دوستی پہ ملے ساغرِ حیات
تیری ولا کو میکدۂ جاں بنا دیا

صورت گرِ ازل نے ترے اعتبار پر
اِک مشتِ خاک تھی جسے انساں بنا دیا
قدرت نے اِک نظام تن و جاں بنا دیا
انساں ترے نثار کہ انساں بنا دیا
یہ نطق کا شرف یہ طہارت زبان کی
اِک اک حدیثِ دوست کو قرآں بنا دیا
گم گشتگانِ راہ کو دے کر پیامِ ہوش
نبض آشنائے گردشِ دوراں بنا دیا
کہتی ہے ذہنیت یہ حجاز و عراق کی
تیرا ہی کام تھا کہ مسلماں بنا دیا
جھکوا لیے قدم پہ بڑے سرکشوں کے سر
پروانہ وار شعلوں کو رقصاں بنا دیا
سلطانِ کجکلاہ مقابل نہ ہو سکے
جس کو رئیسِ دولت عرفاں بنا دیا
نوعِ بشر کو نظمِ مساوات سونپ کر
ہر دردِ اختلاف کا درماں بنا دیا
اے صاحبِ شریعت سہلہ ترے نثار
کیا مرگ و زیست دونوں کو آساں بنا دیا

○

نعت

(3)

دردِ دل کیا کہیں رستہ میں پڑا ملتا ہے
حق کے محبوب سے نسبت ہو تو آملتا ہے

میں وہ سائل ہوں تجھے مانگ رہا ہوں تجھ سے
دیکھنا ہے مرے مولاؐ مجھے کیا ملتا ہے

دل کا کیا حال ہو حاصل جو حضوری ہوجائے
اُس کی فرقت میں تڑپنے سے مزا ملتا ہے

طور تک موسیٰؑ عمراں کی رسائی تھی فقط
عرش سے اس کی بلندی کا پتا ملتا ہے

کچھ خبر بھی ہے تجھے نان و نمک کے سائل
اُس کے کوچہ میں گدائی سے خدا ملتا ہے

اپنے امکان تصور کو دعا دیتا ہوں
جب مرا سر قدم پاک سے جاملتا ہے

کس میں دم ہے جو کرے حسنِ عمل کی توصیف
نام سے سلسلۂ صلِ علیٰ ملتا ہے

یہ جزا کم ہے کہ دیدارِ نبیؐ ہوگا نصیب
کس کو یہ فکر ہے کیا روزِ جزا ملتا ہے

ہٹ دہرم ہیں جو سمجھتے نہیں منزل اس کی
سب کو قرآن میں لو لاک لما ملتا ہے

اُس کے دَر سے ہمیں کیا کچھ نہ ملے گا اے دوست
غیر کو حوصلۂ صبرو رضا ملتا ہے

نجم مداحِ پیمبرؐ کی بلندی کو نہ پوچھ
خاک پر بیٹھے تو سر عرش سے جا ملتا ہے

○

نعت

(4)

محمدؐ پر خدا کی شانِ وحدت ناز کرتی ہے
خداوندی شریعت در شریعت ناز کرتی ہے

فرشتے کیا ہیں نبیوں کی ارادت ناز کرتی ہے
نبوت کیا ہے تکمیلِ نبوت ناز کرتی ہے

زہے بارِ امانت خود امانت ناز کرتی ہے
ملک ہیں محوِ حیرت آدمیت ناز کرتی ہے

میں سمجھا آدمی کا احسنِ تقویم ہو جانا
یہی صورت ہے جس پر حق کی صنعت ناز کرتی ہے

تری بے چینیاں برحق مگر آگے بڑھوں کیوں کر
ابھی اے حرف آخر اولیت ناز کرتی ہے

شعورِ ترجمانی پر ہے یا مفہومِ قدرت پر
نہ پوچھو کس پہ قرآں کی فصاحت ناز کرتی ہے

جہادِ صبر کا موقف ہو یا ہو جنگ کا میداں
بہر صورت بہر پہلو شجاعت ناز کرتی ہے

حکومت اس نے کی پہلو بچا کر کبریائی کے
اسی نظمِ حکومت پر حکومت ناز کرتی ہے

وہ اک توحید کا ساغر وہ کثرت پینے والوں کی
دو عالم مست ہیں ساقی کی ہمت ناز کرتی ہے

خدا کے آخری پیغامبر اے حجتِ اوّل
تجھی پر ظاہر و باطن ہدایت ناز کرتی ہے

غرورِ آلِ ہاشم ہے تری شانِ یتیمی بھی
ابھی تک جس یتیمی پر جلالت ناز کرتی ہے
تجھے اک دشتِ غربت کا مسافر کردیا جس نے
ازل کی صبح سے وہ شامِ ہجرت ناز کرتی ہے
ترے اسلاف سے اخلاف سے آگے نہیں کوئی
جہاں تک نسلِ آدم کی شرافت ناز کرتی ہے
بھٹک کر رہ گئے رستہ میں سقراطی و بقراطی
تری چوکھٹ پہ سجدے کرکے حکمت ناز کرتی ہے
وہاں سے ابتدا ہے تیرے انوارِ نبوت کی
جہاں پیغمبروں کی قدر و قیمت ناز کرتی ہے
تیرے اُسوہ نے کی اخلاق کی تکمیل دنیا میں
اسی معراج پر انساں کی عظمت ناز کرتی ہے
مکمل ہوگئی تنظیمِ قدرت تیرے آنے سے
جہاں میں تیرے آنے کی مہورت ناز کرتی ہے
میں اپنے شعر لے کر تجمؔ اس منزل میں کیا جاؤں
جہاں قرآن کی ایک ایک آیت ناز کرتی ہے

○

نعت

(5)

چمکا جو عرب دیش کی قسمت کا ستارا
کرتار نے آکاش سے اِک نور اُتارا

مکہ میں رسالت کی بچھائی گئی مسند
پیدا ہوئے ہاشم کے گھرانے میں محمدؐ

اِس طرح دُلہن بھی کوئی دیکھی نہ سنورتی
مکھڑے کی پڑی چھوٹ تو جگمگ ہوئی دھرتی

کیا جانیے کس بھیس میں کس روپ میں آیا
سنتے ہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں سایا

چھ سال میں ماں باپ جو پرلوک سدھارے
بچپن سے لڑکپن ہوا دادا کے سہارے

جب سر سے اُٹھا آپ کے دادا کا بھی سایا
اِک اور پریمی نے کلیجے سے لگایا

بچوں سے زیادہ یہ بھتیجے پہ فدا تھے
پالا ابو طالبؑ نے جو حضرت کے چچا تھے

چھوٹے ہی سے سِن میں تھیں سمجھ بوجھ کی باتیں
کٹتے تھے بڑے سوچ میں دن ہوں کہ ہوں راتیں

دایہ کی طرح سب کی نگاہوں میں بھلا تھا
یہ چار برس گھر میں حلیمہ کی پلا تھا

سُندر تھا جو ہر کام تو ہر بات تھی بالا
دایہ کو یہ اچرج تھا کہ بچہ ہے نرالا

بے وقت نہ کھایا کبھی، بے وقت نہ سویا
مچلا نہ کبھی دودھ کے کارن نہ وہ رویا

اِس چاند میں آنکھوں نے کوئی کھوٹ نہ پائی
جو من کی صفائی تھی، وہی تن کی صفائی

بھولے سے کبھی اپنی بڑائی نہ جتائی
بیٹوں کو حلیمہ کے سمجھتا رہا بھائی

باتیں نہ گھمنڈی کبھی ہردے میں سمائیں
یوں ساتھ دیا اُن کا کہ بھیڑیں بھی چرائیں

بچوں کی طرح اُس نے کوئی کھیل نہ کھیلا
اُس کے لیے دنیا میں تماشہ تھا نہ میلا

گاہک تھا وہ ہر آن غریبوں کی خوشی کا
سنسار میں دُکھ دیکھ نہ سکتا تھا کسی کا

بیتا وہ لڑکپن کا سمے آئی جوانی
انسان کے جیون کی گھڑی سب سے سُہانی

نردوش تھی جو پھول کی چندن کی طرح سے
جو پاک رہی صبح کے دامن کی طرح سے

ستونت تھا ایسا جسے دُشمن نے بھی مانا
صادق اُسے بچپن سے ہی کہتا تھا زمانا

نیکی نے بچایا تھا جوانوں کے بھڑوں سے
وہ دور ہی رہتا تھا بُرائی سے بُروں سے

نربل کو بھی سکھ ہو، اِسی اُلجھن میں پڑا تھا
ودھوا سے کیا بیاہ کہ پُن اِس میں بڑا تھا

سَرپنچ بنا قوم کا جھگڑا بھی چکایا
دھرتی کو بڑی سخت لڑائی سے بچایا

اُن جَل کے لیے کرنا ہی پڑتا ہے یہ کنتھا
بیوپار بزرگوں کی طرح اُس کا چلن تھا

اُبھری ہوئی تھی ہاتھ میں ایمان کی ریکھا
بیوپار میں ایسا کوئی دھرمی نہیں دیکھا

کچھ دن میں نئی پیار کی صورت نظر آئی
پیدا ہوا اِک سب سے بڑا اُس کا فِدائی

اِک تاروں بھری رات نے آنچل جو سمیٹا
چوتھا ابو طالبؑ کو ملا چاند سا بیٹا

کعبہ میں ہُوا جس کا جنم یہ وہ بلی ہے
اللہ کے گھر میں ہُوا پیدا کہ علیؑ ہے

گھر اُس کا چلن اُس کا وہی ذات وہی ہے
جو بات محمدؐ کی ہے ہر بات وہی ہے

جنتا کی بھلائی میں بہت رنج سہے ہیں
ہر کام میں اُن دونوں کے دل ایک رہے ہیں

جن باتوں میں تھی کھوٹ بہت اُن سے پرے تھے
بھولے سے نہ کی مورتی پوجا وہ کھرے تھے

دِل جس سے ملے ایسا نہ تھا میل کسی سے
لاکھوں میں محمدؐ کو محبت تھی علیؑ سے

جی لگتا تھا بستی سے الگ شہر سے باہر
استھان بنا رکھا تھا اِک غار کے اندر

جو قوم تھی وہ پاپ کے چکر میں پڑی تھی
انساں ہے کُرستے پہ یہ فکر اس کو بڑی تھی

کیا کشٹھ کی بھرمار ہے اپرادھ کا ریلا
بیٹھا وہ یہی سوچتا رہتا تھا اکیلا

کرتا تھا ہر اک اپنے قبیلے کی بڑائی
بے بات بھی ہوجاتی تھی آپس میں لڑائی

بدلہ کا لگا روگ تو کم ہی نہیں ہوتا
دادا کی جگہ لڑنے کو تیار ہے پوتا

آنند یہودی ہے جو مینہ سود کا برسے
عیسائی ہیں بھٹکے ہوئے عیسیٰؑ کی ڈگر سے

کچھ لوگ اسے اپنی سمجھتے ہیں جو بیٹی
دھرتی میں دبا دیتے ہیں پیدا ہو جو بیٹی

انسان نے انساں کا بنایا ہے یہ کیا حال
ہے جانوروں سے بھی غلاموں کا بُرا حال

کس اُور ہے سنسار کا بہتا ہوا دھارا
نیکی سے ہو سمبندھ تو مشکل ہے گزارا

کرتے ہی نہیں فرق بُرے اور بھلے میں
اوقات گزرتی ہے شراب اور جوئے میں

کب تک یہی انیائے کا بیوپار رہے گا
کب تک یہ اَدھا دُھند سما چار رہے گا

دن رات غریبی ہے امیری کا نوالا
آنکھیں ہیں مگر کوئی نہیں دیکھنے والا

اِک روز اِسی دھیان میں اوڑھے ہوئے چادر
چُپ چاپ وہ لیٹا ہوا تھا غار کے اندر

دنیا کو بدلنے کا چلن سوچ رہا تھا
انسان کی مکتی کے جتن سوچ رہا تھا

جیسے کبھی گرمی میں بڑی پیاس لگی ہو
سامان نہ ہو کوئی، مگر آس لگی ہو

دُہرا ہی رہا تھا یہ کہانی ابھی مَن میں
پیدا ہوا اک بھاؤ نیا من کی لگن میں

جیسے کوئی جاگے ہوئے کو اور جگادے
لو جیسے کوئی پیار کے دیپک کی بڑھا دے

اِس آن میں جبریلؑ فرشتے کی زبانی
دھرتی پہ سُنی اُس نے یہ آکاش کی بانی

اے کملی میں لپٹے ہوئے اُٹھ ذکرِ خدا کر
دُنیا کو جگا دین کا پیغام سُنا کر

سب اُس کے سنگھاسن ہیں وہ پربت ہو کہ رائی
بندوں کو بتا پالنے والے کی بڑائی

گھر اپنے چلا سُن وہ کے یہ کام کی آواز
ہَر اُور سے پیدا ہوئی پرنام کی آواز

اِک ایک نے ترلوک دھنی کہہ کے پکار
جنگل نے پہاڑوں نے نبیؐ کہہ کے پکارا

نعت

(6)

گروہِ انبیاؑ کے سیّد و سردار کیا کہنا
رئیس کاروانِ عالمِ انوار کیا کہنا

دو عالم پر ہے قبضہ احمدؐ مختار کیا کہنا
ترا قرآن کیا کہنا تری تلوار کیا کہنا

وہی ہے صحنِ مسجد اور وہی قصرِ حکومت ہے
خدائے پاک کے گھر میں ترا دربار کیا کہنا

شبِ اسریٰ کی محفل تھی نیاز و ناز کی محفل
وہ آدھی رات اور وہ عالمِ بیدار کیا کہنا

تجھے دیکھا جن آنکھوں نے محبت کی نگاہوں سے
وہ آنکھیں اے زہے قسمت ترا دیدار کیا کہنا

جہاں میں سب سے پہلے تو پیامِ امن لایا تھا
مساوات و محبت کے علم بردار کیا کہنا

تجھے دولت حکومت عیش سب دیتی رہی دنیا
مگر دنیا میں باقی ہے ترا انکار کیا کہنا

ترا ہر اک عمل صلِ علیٰ حسنِ عمل ٹھہرا
حدیثِ دوست کہلائی تری گفتار کیا کہنا

چراغِ عقل روشن تیری انگلی کے اشارے سے
ترے انفاس کی خوشبو سے ہے گلزار کیا کہنا

مصاحب تیرے پیغمبرؑ فرشتے لشکری تیرے
سپہ سالارِ اعظم حیدرِؓ کرار کیا کہنا

ذبیح اللہ شامل تیرے اسلافِ مقدس میں
شہیدِ کربلا ہے تیرا ورثہ دار کیا کہنا

مجھے بھی ان گرفتاروں میں لکھ لے کاتبِ قدرت
پیمبرؑ ہیں اسیرِ گیسوئے خم دار کیا کہنا

فضائے عرش میں اے نجم رہتا ہے دماغ اپنا
فرازِ عرش سے اترے ہیں یہ اشعار کیا کہنا

○

نعت

(7)

جان ہے تیری امانت، دل برائے مصطفےٰ
مجھ میں میرا کچھ نہیں ہے اے خدائے مصطفےٰ

فکرِ جنت چھوڑ اے نا آشنائے مصطفےٰ
جنتِ عارف ہے احساسِ ولائے مصطفےٰ

اتباعِ مصطفےٰ کر اے گدائے مصطفےٰ
بھیک مانگے سے نہیں ملتی رضائے مصطفےٰ

یہ زمیں کے ساکنوں کی پستیِ تخئیل ہے
عرش تک سمجھی ہے دنیا منتہائے مصطفےٰ

کون مرسل یوں ہُوا راہِ خدا میں گام زن
ہر مصیبت کی روش پر مسکرائے مصطفےٰ

دونوں عالم کے خزانوں پر تصرف تھا مگر
تحفۂ دردِ محبت لے کے آئے مصطفےٰ

مرحبا اے ریگزارِ یثرب و بطحا تجھے
تیرے بوسے اور دامانِ قبائے مصطفےٰ

شرع کا ہر مسئلہ ہے علم و حکمت کو قبول
فطرتِ انسانیت ہے ہم نوائے مصطفےٰ

اے اسیرِ فکر تفسیرِ دو عالم ہم سے پوچھ
نقشِ سجدہ ایک ہے اک نقشِ پائے مصطفےٰ

صبح نے آکر جو اُلٹا شامِ ہجرت کا نقاب
مرتضےٰ تھے سبز چادر میں بجائے مصطفےٰ

چار پشتوں سے مجھے حاصل ہے یہ عزو شرف
نجم فطرت ہے مری مدح و ثنائے مصطفےٰ

○

نعت

(8)

کلمہ گو کیوں کر نہ ہوں شیدائے آلِ مصطفیٰؐ
کوئی بد قسمت ہی چاہے گا ملالِ مصطفیٰؐ

اللہ اللہ منزلِ بذل و نوالِ مصطفیٰؐ
خالِ رُخسارِ شریعت ہے بلالِ مصطفیٰؐ

کاتبِ قدرت مری جمعیتِ خاطر تو کر
لکھ دے میرے نام پر آشفتہ حالِ مصطفیٰؐ

اس کا ہر مخلص مسلماں سر سے پا تک ہے کمال
کس کا منہ ہے جو کرے ذکرِ کمالِ مصطفیٰؐ

بدر سے تا نہرواں چمکی ہے تیغِ حیدریؑ
فتنہ گر دُنیا نے دیکھا ہے جلالِ مصطفیٰؐ

حشر تک فکر آفریں ہے ذہنِ انساں کے لیے
عترت و قرآں متاعِ لا زوالِ مصطفیٰؐ

عارفوں کے دیدہ و دل کو جو نسبت ہو تو ہو
سب کی قسمت میں کہاں خواب و خیالِ مصطفیٰؐ

رحمتِ عالم خلافِ امن جاسکتا نہیں
تھی دفاعی جنگ ہر جنگ و جدالِ مصطفیٰؐ

صورت وسیرت میں ہیں زہراؑ کے دونوں لاڈلے
ہم جمالِ مصطفیٰؐ و ہم خیالِ مصطفیٰؐ

خود لبِ قدرت نے فرمایا مشقت کم کرو
درجۂ محبوبیت پر تھا یہ حالِ مصطفیٰؐ

میرے آباء کا شرف ہے، میری فطرت کا خمیر
نجم صدیوں سے ہے فخرِ مدحِ آلِ مصطفیٰؐ

○

نعت

(9)

محمدؐ کائناتِ دو جہاں میں کار فرما ہے
خدا کے دستِ قدرت میں ارادا ہی ارادہ ہے
ظہور اس کا نہ تھا جب تک اندھیرا ہی اندھیرا تھا
ظہور اس کا ہوا جب سے اُجالا ہی اُجالا ہے
مکمل کردیا انساں کا دستورِ حیات اس نے
رسولؐ آخری ہے حرف آخر لے کے آیا ہے
بتایا اُس نے دولت کے مقابل دردِ دل لاکر
غرورِ زندگی کیا ہے شعورِ زندگی کیا ہے
خدا میں اور محمدؐ میں ہے ربطِ معنوی ایسا
تشہد میں بھی بندہ اس کو کہتے دل لرزتا ہے
قدِ زیبا پہ خلعت حُسن کا کیا راست آیا ہے
قبا محبوبیت کی ہے رسالت کا سراپا ہے
خبر کیا تجھ کو تعلیمِ محمدؐ مصطفاؐ کیا ہے
بہ حسن احتیاط ایک امتزاجِ دین و دنیا ہے
اخوت کی بنا ڈالی اُسی نے بزمِ ہستی میں
کسے معلوم تھا انسانیت کا کیا تقاضا ہے
شبِ اسریٰ حجابِ قدس اور قوسین کی منزل
یہ تعبیرات میں ساری حقیقت کی خبر کیا ہے
وہ شمعِ طور کی تنویر کیا خاطر میں لائیں گے
جن آنکھوں نے قدِ آدم خدا کا نور دیکھا ہے

نظر مصروفِ غور و فکر تیور انقلابی ہیں
نئے عنوان سے پیشِ نظر دنیا کا نقشا ہے
کوئی خامی نظر آئی نہیں دستور میں اس کے
بہت دیکھا حکومت نے بہت حکمت نے سمجھا ہے
کسی کو فکر امانت کی نہیں صبح و شبِ ہجرت
امانت دار ایسا دشمنوں کو بھی بھروسا ہے
خدا رکھے محبت اس کی یاد اُس کی خیال اُس کا
عبادت ہے یہی جس میں دلِ مومن دھڑکتا ہے
بشر ہونا ہے تیرا مشتبہ خیرالبشر ہے وہ
اسیرِ سہو و نسیاں تو اُسے اپنا سا سمجھا ہے

○

نعت

(10)

کیا نعت میں لے نغمے کی بڑھی سرکار دو عالم صل علیٰ
قدرت کی زباں بھی بول اٹھی سرکار دو عالم صل علیٰ

کیا قلب و زباں پر قدرت تھی سرکار دو عالم صل علیٰ
بے وحیِ الٰہی بات نہ کی سرکار دو عالم صل علیٰ

تشکیل ہوئی تنظیم ہوئی ترتیب ہوئی تکمیل ہوئی
کیوں ختم نہ ہو پیغامبری سرکار دو عالم صل علیٰ

محبوب نہ تھا بندوں میں کوئی اللہ کے گھر میں تھی یہ کمی
کیا عبدِ واحد کی بات بنی سرکار دو عالم صل علیٰ

کچھ عرش ہی پر موقوف نہ تھا معراج تھی تجھ کو فرش پہ بھی
معراج کی تجھ سے شان بڑی سرکار دو عالم صل علیٰ

جو دینِ خدا کی دشمن تھی ہر بات پہ جس سے جنگ ہوئی
اِک دن وہی دنیا چیخ اٹھی سرکار دو عالم صل علیٰ

دونوں پہ حکومت ہے تیری اجسام پہ بھی ارواح پہ بھی
بے اذن کسی نے سانس نہ لی سرکار دو عالم صل علیٰ

اِک عمر کے قیدی چھوٹ گے سب کفر کے بندھن ٹوٹ گئے
تکبیر کی ایسی چوٹ پڑی سرکار دو عالم صل علیٰ

تلوار اٹھے یا دستِ دعا دونوں میں ہے شامل حق کی رضا
مسجد کی روش میدان میں بھی سرکار دو عالم صل علیٰ

ایثار نے تجھ سے درس لیا قدموں پہ گرے تسلیم و رضا
یہ حسن عمل کی شان رہی سرکار دو عالم صل علیٰ
انسان کی صف میں شامل بھی ادراک سے بالا منزل بھی
یہ سرِ خفی یہ نصِ جلی سرکار دو عالم صل علیٰ
تا عرش یہ نغمے جائیں گے سکانِ فلک دہرائیں گے
کہنے دو مجھے اے تجم ابھی سرکار دو عالم صل علیٰ

○

نعت

(11)

نمازِ دردِ دل پڑھنی ہے پیغمبرؐ کی مدحت سے
وضو کر اے شعورِ فکر شبنم کی لطافت سے
مئے حُب نبیؐ کو واسطہ ہے میری فطرت سے
وہ کوئی اور ہوں گے جن کو مل جاتی ہے قسمت سے
بنا کر حق نے سوئے مصطفیٰؐ دیکھا محبت سے
خوشا ذوقِ نظر صورت ملا دی اپنی صورت سے
مسلّم ہے خدا کی بے نیازی اس کو کیا کہیے
جسے پیدا کیا اپنے تعارف کی ضرورت ہے
یہ وہ انسان اعظم ہے شکست فاش دی جس نے
حکومت کی محبت کو محبت کی حکومت سے
نگاہِ اہلِ ظاہر میں وہ اُمی تھا مگر ایسا
کتابِ زیست میں اصلاح دی ہے دستِ قدرت سے
ملا تختِ نبوت جب یتیمِ آلِ ہاشم کو
خدائی ہوگئی محکم اس انسانی ریاست سے
کیا آدم کو پیدا جس خدا نے اس کا کیا کہنا
مگر مجھ کو محبت ہے خدائے آدمیت سے
نگارستانِ ہستی کی فضا جس نے بدل ڈالی
بساطِ کافری جس نے اُلٹ دی دستِ ہمت سے

ازل کے دن سے جس کی انگلیاں ہیں نبضِ فطرت پر
مزاجِ زور و زر بدلا ہے جس نے علم و حکمت سے
بہت دولت لٹائی جس کے ہاتھوں نے غریبوں میں
مگر ہونے دیا دامن کو آلودہ نہ دولت سے
ضرورت ہی نہ رکھی پھر کسی مرسل کے آنے کی
سنایا اس نے خالق کا پیام ایسی فصاحت سے
حیاتِ جاوداں کی اس نے ہی تفسیر کی ورنہ
تعارف ہی کسے تھا دردِ دل کی قدر و قیمت سے
نہ تھا سجدہ کا موقف درجۂ محبوبیت پاکر
اُسے بھی ذوقِ سجدہ تھا مگر سجدہ کی قسمت سے
مسلمانو صلوٰۃ و صوم کا انجام کیا ہوگا
جو بیگانہ رہا دل مصرفِ مہرو محبت سے
جو عالم گیر پیغامِ اخوت لے کے آیا تھا
اُسی کی قوم ہے محروم احساسِ اُخوت سے

○

نعت

(12)

حرا کا غار ہے فانوس کس شمعِ حقیقت کا
کہ ہر ذرّہ ہے سجدے میں نگارستانِ فطرت کا

فضا مخمور بھی ہے مست بھی ہے، منتظر بھی ہے
کہ پھر پہلو بدلنے کو ہے منظر اس کی قدرت کا

جواں یہ کون ہے شانوں پہ لٹکائے ہوئے گیسو
خلیل اللہ کی صورت ستارہ کنجِ عزلت کا

اُبلنے ہی کو ہیں ہر سانس سے چشمے ہدایت کے
سمندر دل میں موجیں مارتا ہے علم و حکمت کا

تعمق کہہ رہا ہے فکر ہے تعمیرِ قومی کی
نگاہیں کہہ رہی ہیں اہل ہے تنظیمِ ملت کا

تفکر تبصرہ کرتا ہے انسانی خصائل پر
زہے عہدِ جوانی شغل ہے یہ کنجِ خلوت کا

جبیں کا نور چھپ سکتا نہیں گردِ یتیمی سے
تجمل منہ سے بول اُٹھتا ہے شایانِ ریاست کا

سراپا جوہرِ قابل فقط اب دیر ہے اتنی
کہ دستِ غیب سر پر تاج پہنادے رسالتؐ کا

ہوئی ہے خاتمے کی مہر اس کے نام نامی پر
یہی ہے وہ نگیں جو اہل تھا مہرِ نبوتؐ کا

نہ چھیڑو مبحثِ معراج روحانی و جسمانی
دکھاؤ آئینہ جویائے حق کو اس کی سیرت کا

وہ آیا تھا جہاں میں رحمتہ للعالمینؐ بن کر
جسے تم جسم سمجھے ہو یہ پردہ تھا شریعت کا

ظہور اس کا نہ تھا تقسیم ملک و مال کی خاطر
اُسے دنیا میں جوہر باٹنا تھا آدمیت کا

اُسے کرنا تھا رشتہ عبد کا معبود سے محکم
کہ اُس کو علم تھا انساں کی کمزوری فطرت کا

وہ اک نورِ مجسم تھا مگر اے ابن آدم سُن
تری سیرت بنانے کو اُٹھایا بار صورت کا

ہمیں اس فلسفے کے پیچ و خم سے تھا رہا کرنا
دکھانا تھا ہمیں اک راستہ سیدھی شریعت کا

بساطِ فقر موزوں ہو نہ ہو اس کے لیے لیکن
جتانا تھا اسے معیار دنیا کی حقیقت کا

غریبِ قوم بن کر بن گیا ڈھارس غریبوں کی
امیرِ خلق ہوکر بھیس بدلا اس نے غربت کا

مجاہد کردیا خونخوار خوں آشام قوموں کو
خدا کی راہ میں مصرف کیا اس نے شجاعت کا

نظر کے سامنے ہر وقت قانونِ الٰہی ہو
فریضہ رکھ دیا مسلم پہ قرآں کی تلاوت کا

وفا پیشہ غلاموں کو جگہ دی اپنے پہلو میں
دکھایا اس نے زینہ دین کی خدمت سے عظمت کا

اُسے قانونِ فطرت پر لگانا تھا خیالوں کو
کہ دنیا دیکھ لے اسلام ہے قانون فطرت کا

اُسے انسان کے اخلاق کی تکمیل کرنی تھی
علیؑ آفاق میں پہلا ثمر تھا اس کی محنت کا

○

نعت

(13)

محمدؐ کی حقیقت دونوں عالم کی رگِ جاں ہے
وہی مقصودِ خلقت ہے وہی مفہومِ انساں ہے

وہیں تک فکر پہنچے گی جہاں تک عقلِ انساں ہے
محمدؐ کو محمدؐ تک سمجھ لے کس کا امکاں ہے

خطابِ رحمتہ للعالمینؐ اُس کو ہی شایاں ہے
رسالت اسکا منصب ہے محبت اسکا احساں ہے

میانِ آب و گِل تھا آدمی جب وہ پیمبر تھا
مشیت ہی میں تھا اسلام وہ جب سے مسلماں ہے

چراغِ طور روشن بھی ہوا گُل بھی ہوا لیکن
دلِ عارف میں ابتک اُس کے جلوہ سے چراغاں ہے

عبودیت کے پیکر میں وہ ہے روحِ خداوندی
فرشتے اب کہیں سمجھے ہیں کیا مفہومِ انساں ہے

خدا کے گھر میں اُس نے فقر کی مسند پہ شاہی کی
جہادِ زندگی میں کون ایسا مردِ میداں ہے

اُسی نے خاک کے پتلوں کو چونکایا یہ سمجھا کر
کہ پیکر میں خدا کی اک امانت روحِ انساں ہے

وہ لایا صورتِ قرآں میں قانونِ حیات ایسا
کہ حیرت میں ہے منطق فلسفہ سر در گریباں ہے

جلالت کوئی دیکھے اُس یتیمِ آلِ ہاشم کی
رئیسِ محفلِ قدسی امیرِ بزمِ امکاں ہے

اُسی کی حق پناہی سے ہوا ہے دسترس اتنا
کہ آج افلاس کا ہاتھ اور دولت کا گریباں ہے

خود اپنا نور، نورِ بندگی، نورِ خداوندی
شبِ معراج اسکی غیرتِ صبحِ درخشاں ہے

نہ آتا کس طرح وہ رحمتہ للعالمیں بن کر
تبسم جس کا ہلکا سا بہارِ صد گلستاں ہے

محبت اُس کی دل میں داغ دل اُسکی محبت میں
چراغاں در چراغاں ہے بہاراں در بہاراں ہے

پیامِ درد اسکا عام ہے اس بزمِ ہستی میں
جو سہہ جائے وہ پتھر ہے تڑپ جائے تو انساں ہے

کیا تقویٰ کو شامل اس نے تہذیب و تمدن میں
یہ نعمت گر نہیں تو منعم و مزدور یکساں ہے

لیا ہے درسِ مرگ و زیست جس نے اسکی ہمت سے
اُسے جینا بھی آساں ہے اُسے مرنا بھی آساں ہے

دلیل اور اس سے بڑھکر ہوگی کیا ختمِ نبوت کی
وہی قانونِ فطرت ہے وہی آئینِ قرآں ہے

دیا تھا اُس نے وہ درسِ مساواتِ رواداری
کہ ہر اک قوم میں اب روحِ آزادی کی جولاں ہے

خدا کا نام لے کر ساری دنیا کے خلاف اٹھا
وہ پہلا رزم گاہِ حریت کا مردِ میداں ہے

اُسی خوانِ کرم کی ریزہ خوار اقوامِ عالم ہیں
اُسی کا اک عطیہ اشتراکی درد و درماں ہے

بنالے وضع جو اس کی مسلماں ہے وہ صورت میں
جو اُسکی راہ پر چلتا ہے اُسکا دل مسلماں ہے

کبھی قوسین نے بوسے دیئے تھے جس کے گوشوں کو
جو اُس دامن سے ہے لپٹا ہوا جنت بداماں ہے

جگہ اسلام نے کر لی خزاں آباد عالم میں
لہو اُس کے جگر گوشوں کا مفہوم بہاراں ہے

خدا بھی ایک ہے، قرآں بھی، قبلہ بھی، پیمبر بھی
قیامت ہے کہ پھر ملت کا شیرازہ پریشاں ہے

قدم آگے نہیں بڑھتے مقامِ جاں نثاری میں
زبانیں کہہ تو دیتی ہیں مدینہ کوئے جاناں ہے

غلط مصرف کیا ہے اُسکے فیضِ علم و حکمت کا
دلوں میں ہے اندھیرا اور آنکھوں میں چراغاں ہے

طلب یکساں ہے لیکن فرق یہ ہے رند و زاہد میں
کوئی عشقِ نبیؐ میں نالہ کش کوئی غزلخواں ہے

ہم اُس کا ذکر سن کر دیکھتے ہیں زندگی اپنی
وہ اب تک گنبدِ خضرا سے ملت کا نگہباں ہے

ہمیں جذبات کی پستی پہ ہے اب سوچنا واجب
جو فاراں کی بلندی سے اٹھا تھا یہ وہ طوفاں ہے

خبر کیا متصل تھا کسقدر وہ ذاتِ واجب ہے
یہ سنتے ہیں کہ نام اُسکا سرِ فہرستِ امکاں ہے

بہت سے نفس بالا کر دیئے عیش دو عالم سے
یہ عالم اُس نے جب دیکھا بہت انسان ارزاں ہے

دیا جس پُر خطر صحرا میں درسِ معرفت اُس نے
وہی تہذیب کا اخلاق کا پہلا دبستاں ہے

بھلا سکتے نہیں دل اُس کی تحریکِ اخوت کو
چراغ انسان کے احساس کا بیشک فراواں ہے

بہت حیران تھی دنیا اس اندازِ حکومت پر
کوئی قصرِ حکومت ہے نہ حاجب ہے نہ درباں ہے

بتایا قوم کو اُس کے سپہ سالارِ اعظم نے
بشر کی موت اسکی زندگی کی خود نگہباں ہے

ابھی انسان سمجھا ہی نہیں تجویزِ امن اُس کی
ابھی دنیا کے ہر اک موڑ پر طاقت رجز خواں ہے

اُسے یارب نہ ہو معلوم حالت نجم کے دل کے
غمِ اسلام کم ہے اور غمِ دنیا فراواں ہے

نعت

(14)

تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے
تھا ایک ہو کا عالم میں تھا نہ میری ہستی
بے رونقی نہ رونق ویرانہ تھا نہ بستی
گویائی، نے خموشی، ہشیاری تھی نہ مستی
تھا کفر اور نہ ایماں ناحق نہ حق پرستی
تو جب بھی جلوہ گر تھا اسے خوشنما ستارے

تاریک تھی سراپا جب تک فضائے عالم
تھی کائنات جب تک مصروف خوابِ محکم
تھی بحر و بر کی ہستی جب ایک لفظِ مبہم
ہابیل کا نہ غم تھا جب تک نصیبِ آدم
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

تھے حسن و عشق پنہاں آئینہ تھا نہ حیراں
ساکن تھی بزمِ امکاں شہرت تھی اور نہ خواہاں
غم تھا نہ غم کے ساماں، شادی نہ اُس کا عنواں
دل تھا نہ دل کے ارماں، تھا درد اور نہ درماں
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

جب خاک کے پریشاں ذرّے سمٹ رہے تھے
جب آب و گِل کے خلعت روحوں کو بٹ رہے تھے
جب نقشبندِ قدرت کایا پلٹ رہے تھے
فطرت کی سادگی سے جب رنگ چھٹ رہے تھے
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

جب گل فروشیوں کی مٹی نکھر رہی تھی
سو شکل سے زمیں کی دولت اُبھر رہی تھی
ترکیبِ عنصری کی دنیا سُدھر رہی تھی
اک اک ورق میں قدرت سو رنگ بھر رہی تھی
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

تقسیمِ عام نے دی جب شمع کو خموشی
پروانہ کو بتائے آئینِ عشق کوشی
دی گل کو بے نیازی بلبل کو دل فروشی
تہذیب نے سکھائی جب ہم کو ستر پوشی
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

آدم کی آنکھ نے جب دیکھیں تری ادائیں
طوفانِ نوحؑ میں تھیں جب مضطرب فضائیں
جب قوم عاد بگڑی اُلٹی چلیں ہوائیں
جب مصرِ کی زمیں پر نازل ہوئیں بلائیں
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

مچھلی کے پیٹ میں تھا یونسؑ کا جب کہ مسکن
پہنچے جب آسماں پر ادریس اور سوزن
بہرِ خلیل جس دم آتش بنی تھی گلشن
ابنِ خلیل کی تھی جب زیرِ تیغ گردن
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

داؤدؑ کا تھا نغمہ جب دل ہلانے والا
موسیٰؑ کو غش جب آیا جب ہوش نے سنبھالا

عیسیٰ کی قم کا تھا جب دنیا میں بول بلا
فاراں کی چوٹیوں پر جس دم ہُوا اُجالا
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

کعبہ کو جب بچانے آیا خدا کا لشکر
اصنام کی خدائی جب تھی حرم کے اندر
میدانِ بدر میں جب چمکی تھی تیغِ حیدرؓ
بطحا کے چاند سے تھے جب دو جہاں منور
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

تکمیل ہو رہی تھی انسانیت کی جس دن
اک سیل بہ رہی تھی نورانیت کی جس دن
نعمات بٹ رہی تھیں عرفانیت کی جس دن
بنیاد اُس نے رکھی وحدانیت کی جس دن
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

ممنون صد تماشا ہے تیری زندگی بھی
کچھ رشک بھی ہے مجھ کو حیرت بھی بیخودی بھی
تیرے نصیب میں تھی رحمت کی یہ گھڑی بھی
اللہ تونے دیکھا وہ نورِ ایزدی بھی
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

اے کاش میں بھی پاتا وہ وقت وہ زمانہ
مٹ کر بھی تجسم بنتا میں خاکِ آستانہ
مثلِ اویسؓ ہوتا زندہ مرا فسانہ
پھر دل سے کیوں نکلتا یہ دل شکن ترانہ
تو جب بھی جلوہ گر تھا اے خوشنما ستارے

○

نعتِ فارسی

(تضمین بر اشعار حضرت تمنّا سندیلوی مرحوم)

(15)

اے نورِ چراغِ آفرینش اے روحِ نفاخِ آفرینش
اے نازِ دماغِ آفرینش اے صدرِ اوتاغِ افرینش
اوّلِ گلِ باغِ آفرینش

منشائے محبت تو باشد مقصودِ حکایت تو باشد
موضوعِ نبوتؐ تو باشد تبلیغِ رسالتؐ تو باشد
مفہومِ بلاغِ آفرینش

از روئے تو صبح یافت تنویر و ز زلفِ تو شب نمودہ تحریر
تو جاں مصوری بہ تصویر از شمعِ رُخِ تو دستِ تقدیر
بر کرد چراغِ آفرینش

یک صحبتِ مختصر نہ بودے ایں شام کجا سحر نہ بودے
ما ہیچ و زما خبر نہ بودے مقصود توئی دگر نہ بودے
گم گشتۂ سراغِ آفرینش

نظم تو نظامِ اہلِ دانش آئین تو لائقِ پرستش
فکر تو پناہ سعی و کوشش شرع تو فروغِ چشمِ بینش
دینِ تو فراغِ آفرینش

سرمست جمالِ حسنِ فطرت مخمور کمالِ صنع و حکمت
اے در نگہے یمِ محبت از صافیِ بادۂ ولایت
در نشۂ دماغِ آفرینش

چارہ گرِ دردِ صورتِ تُست درمانِ مرضِ حکایتِ تُست
ایں امن و سکون بدولت تست قربان توام کہ رحمتِ تُست
مرہم نہ داغِ آفرینش

نعت

(16)

کیا کام کیا فکر نے مدحِ نبویؐ میں
اور آگ لگادی ہے مری تشنہ لبی میں

وصلِ ابدی میں ہے نہ سحرِ ازلی میں
احساس جو ہے عشقِ محمدؐ کی خودی میں

آزاد ہوں میں وسعتِ عشقِ نبویؐ میں
الجھے ہوئے ہیں تنگ نظر بولہبی میں

یہ نام محمدؐ یہ اندھیرے کا اُجالا
سرنامۂ آیات ہے آیاتِ جلی میں

صدقے صنم ہند و حنا دیدِ عجم ہیں
اللہ کی قدرت ہے لباسِ عربی میں

اک فیصلہ کن شان سے بھیجا ہے خدا نے
قرآن بھی تلوار بھی ہے دستِ قوی میں

مذموم تمدن کے صنم توڑے ہیں اس نے
اک اور اضافہ یہ کیا بت شکنی میں

تکوینی ہے علم اس کا جو کہلاتا ہے اُمّی
یہ بات نہ آئے گی کبھی ذہنِ غبی میں

اک نقطۂ توحید سے ہے ربطِ دو عالم
کونین سے آگے ہے وہ اس نکتہ رسی میں

کیا ہوتا ہے مافوقِ بشر سوچ رہا ہوں
شامل وہ نہیں سہو وخطائے بشری میں

تفریق پہ کس نے مجھے مامور کیا ہے
کیوں فرق کروں عشقِ خدا عشقِ نبیؐ میں

خالق کی مشیت پہ بھی کر ہی لیا قبضہ
کیا آگئی انسان خدا ساز کے جی میں

اے نجم میں ہوں شاعرِ دربارِ رسالتؐ
کیا شک ہے کسی کو مری تصویر کشی میں

○